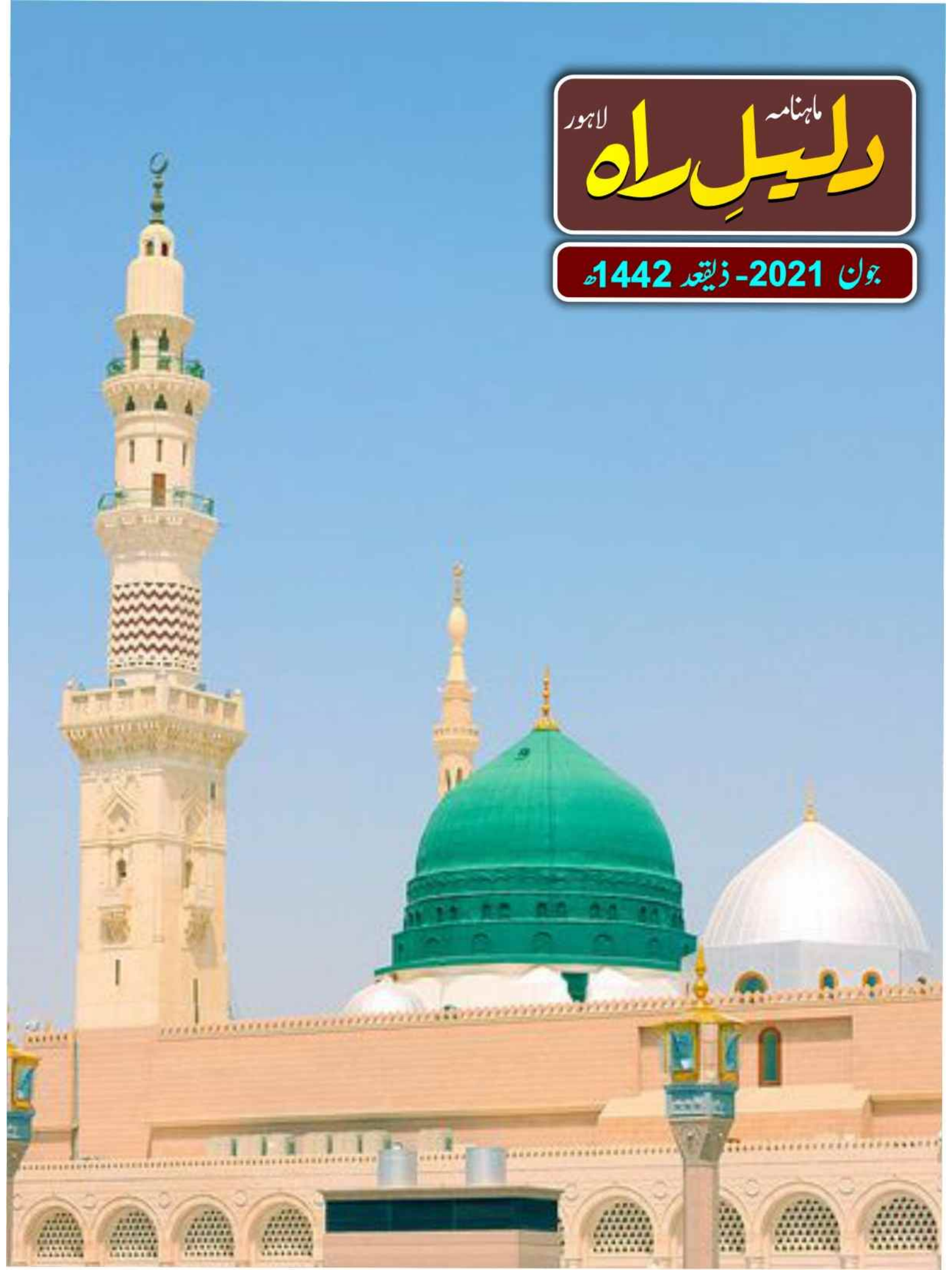
ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور
جون 2021- ذیقعد 1442ھ

دینی، سماجی، معاشی اور نجی زندگی کو قابل رشک بنانے کیلئے

قرآن وسنت کی گہرائی لئے فکر انگیز گفتگو

صدائے محراب

ہر پیر شب 9 بجے

نشر مکرر بروز منگل 2 بجے سہ پہر

ادارہ تعلیمات اسلامیہ

خیابان سرسید سیکٹر 3 راولپنڈی

LIVE ON ARY Qtv

پر براہ راست

خطاب

مفکرِ اسلام مفسرِ قرآن

پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب

سرپرست اعلیٰ ادارہ تعلیمات اسلامیہ، راولپنڈی

ایک بندۂ خدا

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

شمارہ 06 | جون 2021 | جلد 29

مدیر اعلیٰ

سید ریاض حسین شاہ

ہرچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف	اسلم ساگر	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	10
4	درس حدیث	مفتی محمد صدیق ہزاروی	17
5	خاتم النبیین کی اخلاقی تعلیمات	ذیشان کلیم معصومی	18
6	شانِ اولیاء	حافظ کلیم اللہ چشتی مرحوم	20
7	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	25
8	صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن	ماسٹر احسان الٰہی	26
9	حضرت حسین بن منصور حلاج	ڈاکٹر منظور حسین اختر	33
10	یادیں اور باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	36
11	جمال نعت	سعید بدر	38
12	حدیث دلبراں	صوفی سلیمان نقشبندی	40

مشیر ادارت

ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز

- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف
- شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین

- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ

30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ

=/450 روپے

بیرون ملک سالانہ

150 ڈالر، 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس : ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید، راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

ذرا دیکھیں بھلا اب اور کیا سرکار کہتے ہیں
شہادت دی ہزاروں کو! اسے دو چار کہتے ہیں
جلا کر گھر ہمارا جو پشیماں بھی نہیں ہوتے
بڑے سادہ ہیں ہم اپنا انہیں غمخوار کہتے ہیں
ہمیں اب خوابِ غفلت سے سبھی کو جاگنا ہو گا
کہ ایسے جاگنے والوں کو سب بیدار کہتے ہیں
ہمیں بھی دیکھنا ہو گا بصارت اور بصیرت سے
جنہیں ہم پھول سمجھے ہیں انہیں سب خار کہتے ہیں
مبارک ہو مری اے قوم تیرا ہوش میں آنا
نہیں سننا اسے جو ! ''وہ سمندر پار'' کہتے ہیں
نہیں دوری کوئی حائل کسی فوجی میں شہری میں
سبھی مل جل کے آؤ ! سب انہیں اک بار کہتے ہیں
ہماری قوتِ ایماں کے ہیں سب خوف سے لرزاں
ہمارے ہی وہ بل بوتے ہمیں بیکار کہتے ہیں
جنہیں عادت پڑی ہے ماضی میں اقرار سننے کی
انہیں اب یہ بتانا ہے ! کسے انکار کہتے ہیں
کنارے جا لگے گی ایک دن نیّا ہماری بھی
اگرچہ ہیں بھنور ساگر میں ہم پتوار کہتے ہیں

اسلم ساگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لفظ تعلیم دیتے ہیں

بعض لفظ ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں معنوں کی اساسیت سیماب بنی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں لفظ کا معنیٰ پھل کھا کر گٹھلی کا پھینک دینا ہوتا ہے۔ وہ لوگ جن کی صحبتیں لغویات سے بھری ہوتی ہیں ان کی ہر بات پھینک دینے کے قابل ہوتی ہے لیکن بعض لفظ جو اچھے لوگوں کے لبوں کو چھو کر روشنی بن جاتے ہیں اور پھر صادر ہوتے ہیں ایسے ہی کلمات تقدیر کا راز ہوتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ الفاظ ہی ہوتے ہیں جن میں موتی اور یاقوت پنہاں ہوتے ہیں اور فضول گوئی مردہ خیالوں کا کفن ہوتی ہے۔ مولانا روم نے صحیح لکھا کہ کلمات عرشی آئینے ہوتے ہیں جن میں محبوبوں کے حسن کی تصویریں نمایاں نظر آتی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک خطبے کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ آئینہ بھی ہے اور لفظ تلوار بھی ہے، یہ علم کا پیرہن بھی اور خیالوں کا مدفن بھی ہے۔ لفظ ہی معلم ہوتے ہیں اور متعلم ہونا بھی انہی کی تاریخ ہوتی ہے۔ اگر الفاظ مردہ شوشے ہوتے تو پھر شاعری کا وجود نہ ہوتا۔ یہ لفظوں کی ترکیب ہے جو کسانوں کی طرح فصلیں کاشت کرتی ہے۔ اچھی شاعری اچھے لفظوں کی سیاہ گری ہے اور دنیا ایک مینا بازار ہے جس میں لفظوں پر قدرت کے بغیر کوئی سودا نہیں بیچا جا سکتا ہے۔ لفظ دوزخ بھی ہے اور لفظ جنت بھی ہے۔ لفظوں کے حصار میں رہ کر ہم لفظوں سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ لفظ دباتے بھی ہیں اور اٹھاتے بھی ہیں اور یہ لوری بن کر سلاتے بھی ہیں۔

الم کا معنیٰ بھی یہی ہے لفظ کا عروج یہی ہے اور راز بھی۔ یہ سب کچھ قرآن پڑھ کر دیکھا سنا جا سکتا ہے۔

''فتنہ'' قرآن کی ایک اصطلاح

میں نے عرض کی ہے کہ بعض لفظ بارود کی طرح پھٹتے ہیں اور بعض سورج کی طرح چمکتے ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض الفاظ تہہ در تہہ معانی کے مورچے بنے ہوتے ہیں۔ فتنہ ایک قرآنی کلمہ ہے اس میں بھی معانی کا ایک سمندر ہے جس کا جوش اور خروش دیکھا جا سکتا ہے۔

فتن کا بنیادی معنٰی سونے یا چاندی کو آگ میں رکھ کر تپانا اور گلانا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ سونے کا کھوٹ دور ہو جائے۔ ''ورق فتن'' تپائی ہوئی چاندی کو کہتے ہیں اور ''دینار مفتون'' وہ دینار ہوتا ہے جو آگ میں تپایا گیا ہو۔ کسی چیز کی اصلیت ظاہر کر دینا بھی فتن ہوتا ہے۔ عربی میں ''الفتانه'' کسوٹی کو کہتے ہیں۔ فتنہ کا معنٰی تاؤ دے کر پرکھنا اور آزمائش کرنا ہوتا ہے۔ ائمہ لغت نے اس کا معنٰی جلا دینا بھی لکھا ہے۔ راغب وغیرہ ائمہ لغت نے اس کا معنٰی مصیبت، جنگ، عذاب اور گمراہ کر دینا لکھا ہے۔ مجازی طور پر یہ لفظ محبت اور عشق کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تاج وغیرہ لغت کی کتابوں نے مذہب یا رائے سے ہٹانے کے لئے تکلیف دینا بھی اس کا ایک معنٰی لکھا ہے۔

قرآن مجید میں اس کے استعمالات

قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر تشدد کیا پھر توبہ نہ کی تو اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور اُن کے لئے جلانے والا عذاب ہے''۔

(بروج:10)

یہاں قرآن مجید نے ''فتن'' کا مادہ مذہب سے ہٹانے کے لئے تکلیف دینا لیا ہے۔

معنٰی کی دوسری صورت

ارشاد باری ہے:

اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ

''کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہر سال انہیں ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈال دیا جاتا ہے پھر بھی وہ نہ تو توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔ (توبہ:126)

یہاں قرآن حکیم نے یہ نظم ان معانی میں استعمال کیا ہے:

(1) آزمائش میں ڈالنا (2) سختی اور تشدد کرنا

(3) گمراہ کرنا (4) اور گرفتارِ مصیبت کرنا

معنٰی کی تیسری صورت

ارشاد باری ہے:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً

''اور ہم تمہیں شر اور خیر کی آزمائشوں کے ساتھ جانچیں گے''۔ (الانبیاء:35)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا

''اور اللہ جسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو آپ ہرگز اللہ سے اس کا کچھ کام نہیں بنا سکیں گے''۔

(المائدہ:41)

یہاں معنوی کہکشاں یوں سجے گی:

(1) آزمائش	(2) گمراہی	(3) فساد
(4) ہنگامہ	(5) فریفتگی	(6) دیوانگی
(7) جنگ	(8) پریشاں خیالی	(9) عذاب

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۭ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

''چکھو اپنے حصے کی سزا، یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچاتے تھے''۔

(ذاریات:14)

معنیٰ کی چوتھی صورت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ

''اور ان سے محتاط رہ کہ تمہیں آزمائش میں نہ ڈال دیں بعض احکام میں جو آپ کی طرف اللہ نے اتارے''۔ (المائدہ:49)

یہاں ہٹانے اور باز رکھنے کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

معنیٰ کی پانچویں صورت

قرآن مجید نے کہا:

بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ

''کہ تم میں سے کون فتنوں میں گرا ہے''۔(القلم:06)

یہاں دیوانگی، گرویدگی اور عشق کے معنوں میں استعمال ہوا، نیز یہ لفظ مصیبت کا معنیٰ بھی دیتا ہے۔ فتنہ کیکر کے درخت کو بھی کہتے ہیں اور فتن سیاہ پتھروں والی زمین کو بھی کہہ دیتے ہیں۔

عربی میں اس کے استعمال کی صورتیں

(1)	فتانان	کا معنیٰ ہوتا ہے درہم و دینار
(2)	افتتن بالامر	کسی کام کا دل دادہ ہونا
(3)	افتنان بالمراہ	عورت کا دیوانہ ہو جانا
(4)	مفاتنہ	جنگ
(5)	ثار الفتنہ	فساد پھوٹ جانا
(6)	اثار الفتنہ	فساد پھیلانا
(7)	حاست الفتنہ	جذبہ فساد کا دل میں پیدا ہونا
(8)	حاست علی الفتنہ	ضرب کاری لگانا
(9)	تشرف للفتنہ	فساد کی لپیٹ میں آجانا

(10) طم الفتنہ فساد کا بڑھ جانا

(11) فتن قیامت کی نشانیاں

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ فتنے تمہارے گھروں میں اس طرح آ آ کر گریں گے جیسے بارش کے قطرے گرتے ہیں''۔

تقی عثمانی نے درست لکھا:

''حضور ﷺ نے مختلف فتنوں کے جو عمومی حالات احادیث میں بیان فرمائے ان میں بہت سے ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے سے ایسا لگتا ہے جیسے آپ ﷺ آج کے ماحول کو واقعی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تصویر کھینچ رہے ہوں''۔

کتاب الفتن بخاری

زمانہ جلدی جلدی گزرے گا

نیک عمل کی کمی ہو جائے گی

دین سے جہالت پھیل جائے گی

دین کا علم اٹھ جائے گا

بخل عام ہوگا اور پیسے کی محبت بڑھ جائے گی

اور قتل و غارت گری بہت ہوگی

بخاری ہی میں ہے:

امانت داری کا فقدان ہوگا یہاں تک کہ یوں کہا جائے گا

کہ فلاں مقام پر ایک امانت دار شخص رہتا ہے

ایسے لوگوں کی تعریف ہوگی اور کہا جائے گا

فلاں شخص بہادر اور عقلمند ہے، زندہ دلی اس پر ختم ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر ایمان نہ ہوگا۔

مشکوٰۃ شریف

دین کو الٹ دیا جائے گا یعنی حرام چیزوں کے نام بدل کر انہیں حلال قرار دیا جائے گا

یہودیوں اور عیسائیوں کی ہر معاملہ میں نقالی ہوگی

جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں

قلم پھیل جائے گا اور حق بات چھپائی جائے گی

لوگ مسجدوں میں آئیں گے لیکن دو رکعت پڑھنے کی توفیق نہ ہوگی

ایک بچہ ہوگا اور وہ بوڑھے کو غریب ہونے کی وجہ سے لتاڑ دے گا

لوگ ملاقاتوں کا آغاز گالی گلوچ سے کریں گے

فتنوں کا ایک طویل بیان

لوگ نمازوں کو ضائع کریں گے

امانتیں برباد ہوں گی

سود خوری عام ہوگی

جھوٹ کو جائز سمجھا جائے گا

انسانوں کی قدر نہ ہوگی اور اونچی اونچی عمارتیں بنائی جائیں گی

دین فروشی ہوگی

عدل کمزور ہو جائے گا

ظلم عام ہوگا

طلاقیں کثرت سے دی جائیں گی

ناگہانی اموات ہوں گی

جھوٹ الزامات ایک دوسرے پر لگائے جائیں گے

کمینے لوگ سیلاب کی طرح امڈیں گے

اور شریف لوگ سمٹ جائیں گے

امیر اور وزیر جھوٹے ہوں گے

امانت رکھنے والے خائن ہوں گے

قومی لیڈر ظالم ہوں گے

قرآن کے قاری بدکار ہوں گے

لوگ جانوروں کی کھالوں کے لباس پہنیں گے

اور ان کے دل مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوں گے

امن کم ہو جائے گا

قرآنی صحیفوں کو آراستہ کیا جائے گا

مسجدیں خوبصورت بنائی جائیں گی

منارے اونچے ہوں گے لیکن دل ویران ہوں گے

قرآنی سزائیں معطل ہو جائیں گی

بیٹیاں ماؤں کو جنیں گی

ننگے پاؤں پھرنے والے حکمران بن جائیں گے

عورتیں مردوں سے مل کر تجارت کریں گی

مرد عورتوں کی طرح بنیں گے اور عورتیں مردوں کی طرح بنیں گی

اللہ کے بغیر دوسروں کی قسمیں کی جائیں گی

کنز العمال میں یہ بات پڑھی گئی ہے:

ہر بازار کی سربراہی اس کے بدکاروں کے ہاتھ میں ہوگی

مختلف طبقات اور قبیلوں کی سربراہی منافقین کے ہاتھ ہوگی

غیروں سے رشتہ جوڑا جائے گا اور اپنوں سے قطع تعلقی ہوگی

جو شخص صحیح معنوں میں ایمان والا ہوگا

وہ معاشرے میں چھوٹی چھوٹی بکریوں سے بھی زیادہ بے وقعت ہوگا

دل ویران اور مردہ ہوں گے لیکن معبد سجیں گے

مرد مردوں سے جنسی خواہش پوری کریں گے

اور عورتیں عورتوں سے جنسی تعلق رکھیں گی

مسجدوں کے احاطے بڑے ہوں گے اور منبر اونچے اونچے ہوں گے

عیبوں کو اچھالا جائے گا

چغلی کھانے والوں کی کثرت ہوگی

اور امانتیں برباد ہوں گی

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درالمنثور میں روایت کیا ہے:

انسان اپنے والد کی نافرمانی کرے گا

ماں کے ساتھ سنگدلی کا سلوک ہوگا

دوست کو اذیت دی جائے گی لیکن بیوی کی فرمانبرداری ہوگی

مسجدوں میں بدکاروں کی آوازیں گونجیں گی

مغنّیات داشتہ بنا کر رکھی جائیں گی

آلات موسیقی سنبھال سنبھال کر رکھے جائیں گے

عدالتی فیصلوں کی خرید وفروخت ہوگی

قرآن کو موسیقی سمجھ لیا جائے گا

آخری زمانے کے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے

کنز العمال ہی میں یہ بات روایت کی گئی ہے:

اولاد سے کراہت ہوگی

اور بارش سے بجائے ٹھنڈک حاصل ہونے کے گرمی کی سی تکلیف ہوگی

اور بدمعاش لوگ سیلاب کی طرح پھیل جائیں گے۔

سچی بات یہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جادۂ حق پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ صراط مستقیم کے نشانات بتا دئے ہیں اور راہِ راست کی نشانیاں پوری طرح واضح کر دی ہیں۔ اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے دن کو ضائع نہ کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جو بیج ہم

دنیا میں بوئیں گے انہوں نے بہرصورت آخرت میں اگنا ہے۔اچھا جوتا ہوتو سنگریزوں پر بھی چلا جا سکتا ہے لیکن ایک نوکیلا کنکر جوتے کے اندر آجائے تو خیابانوں پر بھی نہیں چلا جا سکتا۔

دعااورمناجات

پروردگار!

ہمیں سیدھی راہ چلا

کریم!ہماری حالت پر رحم فرما

پالن ہار!

توہی ہمارامددگار ہے اپنی ولایت کا مورچہ میسر فرما

مالک بے کساں!!!

ہمارے لئے آسانیاں پیدا کراور مشکلات کو ہم سے دور رکھ

ہمارے اور ہمارے رفقاء کے گناہ معاف فرمادے

معبودِ مومناں!

نزع کا وقت آسان فرمانا اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھنا

آمین یاربّ العلمین

وصلی اللہ علی خیر العباد وعلی آلہ واصحابہ الاجواد

آمین آمین آمین

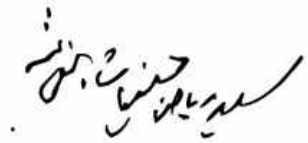

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لئے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 16 سے 20 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝١٧ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٨ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝١٩ فَاِنْ حَاۗجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝٢٠

''ایسے لوگ کہتے رہتے ہیں پروردگار ہمارے! ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کی سزا سے بچالے (یہ لوگ) صبر کرنے والے، سچائی اختیار کرنے والے اور مؤدب فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے پہروں میں بخشش طلب کرنے والے ہوتے ہیں خوب کھول دی ہے اللہ نے یہ بات کہ کوئی معبود نہیں ہوسکتا سوائے اس کے اور تمام فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ اس بات پر قائم ہیں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس معبود برحق کے جو غالب حکمت والا ہے بے شک اصل دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جو اختلاف میں پڑ گئے کتاب دیئے گئے لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچا یہ محض اُن کی باہمی ضد تھی اور جو انکار کرے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ بھی حساب چکانے میں بڑا سریع ہے (اے حبیب) اگر یہ لوگ آپ سے بحث میں اُلجھیں تو آپ فرمادیں کہ میں نے تو رُوئے محبت اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے اور انہوں نے بھی جو میرے تابع ہیں اور فرمایئے ان لوگوں سے جنہیں کتاب مل گئی ہے اور بے پڑھوں سے بھی کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ اگر تو وہ اسلام قبول کرلیں پھر تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر وہ روگردانی کرلیں تو آپ کے ذمہ ابلاغ حق ہی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے''۔

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝١٦

''ایسے لوگ کہتے رہتے ہیں پروردگار ہمارے! ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمیں دوزخ کی سزا سے بچالے''۔

یہ آیت عظیم راز منکشف کردیتی ہے کہ وہ لوگ جو رضوان اکبر کی روحانی دولت سے بہرہ ور ہوتے ہیں ان کی خاص نشانی اور علامت کیا ہوتی ہے؟ پہلے تو بتایا گیا تھا کہ وہ متقی ہوتے ہیں، پاک باز ہوتے ہیں اور فرماں بردار لیکن اس آیت میں اللہ کے ساتھ ان کے ربط روحانی کا جلوہ قاریٔ قرآن کو بتایا جارہا ہے کہ وہ لوگ طلب اور ایمان کے نور میں ڈوبے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں اللہ نے بلندیوں پر پہنچایا ہوتا ہے وہ ذہناً ملأ اعلیٰ ہی میں اللہ اللہ کر کے زندگی گزارنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ قرآن نے ان کی اتنی زبردست تربیت کردی ہوتی ہے کہ انہیں اپنی ہر کمزوری، گناہ اور خطا پہاڑ کی طرح محسوس ہوتی ہے، اس لئے وہ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ربّ ربّ ربّ کرتے رہتے ہیں۔ وہ ایمان کا اظہار کر کے ایک روحانی دھماکہ کر کے اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں کو بھسم کردینے کے عاشق ہوتے ہیں، اسی لئے تو قرآن ان کی یہ نشانی بیان کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں پروردگار ہمارے! بے شک ہم ایمان لے آئے ہیں سو تو ہمارے گناہوں کی بخشش فرمادے اور ہمیں آتش جہنم سے بچالے۔

ابوحیان اندلسی نے اس آیت سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے (97) کہ آیت میں پہلے اقرار ایمان کی بات کی گئی ہے، اس کے بعد کہا گیا ہے کہ ربّ ہمارے! ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچنے کی عرضی ہے، یہ ترتیب بتاتی ہے کہ صلاحیتوں کے عروج اور نکھار میں انہی تین چیزوں کا تعلق ہے:

(1) مضبوطیِ ایمان

(2) دوسری چیز اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے ہوئے گناہوں پر طلب مغفرت

(3) اور تیسری چیز خوف آخرت، یہ تین ہی فکری خزانے ہیں جن سے تقویٰ کا جہاں آباد کیا جاسکتا ہے۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

"(یہ لوگ) صبر کرنے والے، سچائی اختیار کرنے والے اور مؤدب فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور رات کے پچھلے پہروں میں بخشش طلب کرنے والے ہوتے ہیں"۔

سورۂ ال عمران کی یہ آیت ان لوگوں کے کردار سے قرآن پڑھنے والوں کو آگاہ کرتی ہے جنہیں گلبن معرفت کی ہواؤں نے منزل محبوب تک پرواز بخش دی ہو، وہ تضرع اور زاری کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ بلاشبہ وہ عاشق مہجور سے زیادہ تڑپتے ہیں۔ ہوتے حالت وصل میں ہیں لیکن تڑپتے دیوانوں کی طرح ہیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت ان کی پہلی نشانی یہ بتاتی ہے کہ وہ صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔ صبر کی پہلی قسم شدائد و محسن میں صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مبتلائے بلا کرتا ہے۔ صبر کرنے پر اللہ اُسے اپنا برگزیدہ بنا دیتا ہے، اُسے دوستی اور ولایت کی رسی پکڑا دیتا ہے، پھر وہ ہمیشہ محبت کے ماحول میں رہتا ہے۔ صبر کی دوسری قسم گناہوں سے رکنا ہے اور صبر کی تیسری قسم اللہ کی راہ میں جم کر جہاد کرنا ہے اور میرے پیرومرشد فرمایا کرتے تھے: "اللہ کے ذکر پر یکسوئی سے قائم رہنا اور غافل نہ ہونا صبر ہے"۔ ابن عطا نے کہا کہ "اَلصّٰبِرِيْنَ" وہ ہیں جو اللہ کے احکام پر بجا آوری میں مستقیم رہتے ہیں۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ "اَلصّٰبِرِيْنَ" وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی مصیت سے اللہ کی قضائے تقدیری کے معاملات میں صبر کرتے ہوں۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے حال پر محفوظ رہنا صبر ہے۔ شیخ ابوعمرو مکی کا قول ہے کہ اللہ کی تقدیر میں ثابت قدم رہنا صبر ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مقصود کی سچائی پر ڈٹ جانے والا صابر ہوتا ہے۔ تفسیر مواہب (98) نے یہ قول بھی نقل کیا کہ اللہ کی طلب میں ثابت قدم رہنے والے محبوب کے وصل میں تڑپنے والے اور اس راہ کی صعوبتوں سے نہ تھکنے والے اور شکوہ کو اپنے نزدیک نہ لانے والے ہی "اَلصّٰبِرِيْنَ" ہوتے ہیں۔

دوسری صفت ان کا "اَلصّٰدِقِيْنَ" میں سے ہونا ہے۔ صادق وہی شخص ہوتا ہے جو سچ بولتا ہے اور کردار کے اعلیٰ اصولوں پر قائم رہتا ہے۔ دل میں جو عقیدہ رکھتا ہے اس پر وہ عمل بھی کرتا ہے اور نفاق، جھوٹ، مکر و فریب اور گندگی سے دور رہتا ہے۔ شیخ ابن عطا نے لکھا کہ "اَلصّٰدِقِيْنَ" وہ ہیں جنہوں نے عالم ارواح میں اللہ سے عہد باندھا تھا اس پر جم کر زندگی گزار دی اور اپنے اقرار کی خوشبو زندگی بھر سونگھتے رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ "اَلصّٰدِقِيْنَ" وہی ہیں جو اللہ کی توحید اور محبت میں قول کے پکے رہے۔ میرے پیرومرشد حضرت لالہ جی محمد جمشید فرمایا کرتے تھے: "سچا شخص وہ ہے جو زبان کی حفاظت اور اطاعت رسول ﷺ کے معاملات میں ٹھوکر نہ کھائے"۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ صدق اور سچ باقاعدہ ایک چلّہ ہے جس چلّے کا نام راست بازی ہے، یہ اہل محبت ہی کو اللہ عطا فرماتا ہے۔

تیسری صفت "اَلْقٰنِتِيْنَ" میں سے ہونا ہے اور "قانت" کی جمع "اَلْقٰنِتِيْنَ" ہے۔ ابوحیان اندلسی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی حفاظت کرنا خواہ کوئی دیکھ رہا ہے یا نہیں دیکھ رہا ہے (99)۔ زجاج نے کہا عبادت پر قائم رہنا "قنوت" ہے (100)۔ میرے پیرومرشد لالہ جی محمد جمشید فرمایا کرتے تھے: "جو وقت کو ضائع ہونے سے بچالے اور اطاعت میں لگا رہے وہ "قانت" ہے"۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے محبوب کی اطاعت میں صلاحیتوں کو پروان چڑھاتے رہنا "قانت" ہونا ہے۔ زبیدی حنفی نے یہی کہا کہ "قنیت" پانی کی مشک ہوتی ہے، وہ شخص جو عبادت، اطاعت اور خدمت کا مشکیزہ گندے نالے میں نہ انڈیلے وہ "رجل قنیت" ہوتا ہے (101)۔

چوتھی صفت

"اَلْمُنْفِقِيْنَ" انفاق سے خرچ کرنے کے معنوں میں ہے۔ یہاں "اہل تقویٰ" اور راہ محبت میں مراسم رضا سے کشتہ لوگ مراد ہیں جو رضوان کی منزلوں تک اپنا سب کچھ خرچ کر دیتے ہیں۔ فخر رازی لکھتے ہیں (102) کہ خرچ کرنا عام ہے، اگر کپڑا بھی اس نیت سے پہنیں کہ وہ اس لباس میں عبادت کریں گے وہ صدقہ کے درجے میں ہے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی نیت سے آل اولاد پر انفاق بھی صدقہ ہے بلکہ تمام معاملات یہاں تک کہ صلۂ رحمی، زکوٰۃ اور جہاد جدھر بھی مال لگے گا ثواب وانعام کی کثرت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس کا بھی اجر ملے گا"۔ کسی اللہ والے کا یہ قول اسلام میں عرفانی زندگی کے سمندر میں تموج کی عمیق اور مؤثر مثال ہے کہ حضور ﷺ نے انفاق فی سبیل اللہ کو اتنی اہمیت اور فضلیت عطا فرمائی کہ لوگ اپنی جان تک خرچ کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں، باقی سیم وزر کی اہمیت کیا ہوگی؟ انفاق شہادت روحی اور شہادت عملی کا پہلا درجہ ہے۔ اس کا پیکر لا ہوتی دیکھنا ہو تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں اور شہادت اور الفت میں سب کچھ لٹتا دیکھنا چاہو تو سید الشہداء حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کی قربانیوں کا مشاہدہ کرلو۔ یہ حقیقت ہے "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" اور سب کچھ محبوب اور معبود کی راہ میں لٹانے والے ہی اصل بادشاہ ہوتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

اہل رضوان کی پانچویں صفت

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ رات کو نماز پڑھتے رہتے ہیں اور جب ورودِ سحر ہوتا ہے دعا و استغفار میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں نماز پڑھتے پھر نافع سے پوچھتے کیا سحر کا وقت ہوگیا ہے؟ جب نافع وقت سحر کے جلوہ فگن ہونے کی تصدیق کردیتے تو ابن عمر دعا و استغفار شروع کردیتے۔ اخیر رات کی گہری اور عمیق روحانی فضیلتوں کے بارے میں کتابیں بھری پڑی ہیں لیکن بھڑکتے جذبات کو دو آتشہ کرنے کے لئے میں چاہوں گا کہ ایک جمالیاتی محاسن سے آراستہ حدیث نذر قارئین کروں۔ مشاہدہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے اور تصویر قولی میں عکس بندی بھی انہی کا اعزاز ہے۔ فقیرِ راقم سرقۂ عشق سے ماحول سازی کی کوشش کررہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قارئین!

عاشقین!
محبین!
اورفردوس اعتقادومحبت کے سیّاربین!!!
حدیث اس جذبہ سے پڑھو کہ محبوب کے ہونٹوں کو چھو کر نکلنے والے حروف بخت سازی کرنے لگے ہیں
اسی لئے تو جان زمین وزمن کے حرفوں کی خوشبو روحوں میں اترے جارہی ہے
سامعین حدیث!!!
چہرۂ درخشندہ سے زیبائی کی خیرات لینے والے قارئین!
یقین رکھ لو حضور ﷺ کی موتی موتی باتوں کے مقابلہ میں دنیا بھر کے ادیبوں اور دانشوروں کی باتیں حذف ریزے ہیں، یہاں تو لعل و گہر بھی بے مایہ پتھروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

چہرۂ درخشندہ سے زیبائی کی خیرات لینے والے قارئین!

یقین رکھ لو حضور ﷺ کی موتی موتی باتوں کے مقابلہ میں دنیا بھر کے ادیبوں اور دانشوروں کی باتیں حذف ریزے ہیں

یہ نقش ادب اور مرقعہ نصائح میرے حضور ﷺ کا ہے۔
حضور ﷺ آپ کو لطیف بات سنائیں گے، اس وقت کی جب دوشیزۂ شب منزل سحر سے ہمکنار ہونے کے لئے دبے پاؤں رواں ہوتی ہے۔ آج تو آسمان کے ستارے جھلملا کر حسن محبوب پر روشنی نچھاور کر رہے تھے یا میں کہہ سکتا ہوں کہ محفل حضور ﷺ کی تھی اس لئے قدسیوں نے ستاروں کے دیئے جلا کر چراغاں کر دیا تھا، اسی لئے تو آسمانوں کی طرف نظر دوڑانے والے محسوس کر رہے تھے حور وغلماں بھی جنت کی روحوں سے آر پار ہو جانے والی خوشبو محفل محبوب پر انڈیل رہے تھے۔
ہاں تو میں عرض کر رہا تھا۔ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
آج کی رات
میرا پروردگار!
عمدہ صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا!!!
اے مرجع توصیف وتعریف محمد ﷺ
میں نے عرض کی:
لبیک ربی وسعدیک
میرے پالن ہار میں حاضر ہوں
سعادتوں کا چانن تو حریم قدس کا خاصہ ہے
کیا تو جانتا ہے؟
ملاء اعلیٰ کے قدسی کس بات میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں ہیں؟
میں نے عرض کی میرے پروردگار!
میں نہیں جانتا!!!!!
قارئین! دل تھامیئے، توجہ بر حدیث ہوں، ہو سکے تو گھٹنوں کے بل ہو کر جمالِ رسالت کی زیارت کریں، حور وملائک بھی سُوئے مدینہ جھانک رہے ہیں تم بھی شہر حسن کا تصور لے کر پیکر ملکوتی پر درود وسلام بھیجو۔
آپ ﷺ نے فرمایا!!!!!
قسم ہے حضور ﷺ فرمارہے ہیں!!!!!
پڑھنے والو! تم سب کے بچڑے حج کریں
وہ وقت آئے کہ صحرائے عرب کے خار بولاں تمہارے دامن فکر کو ابھار کر تمہیں کچھ دیر کے لئے بزم مدینہ ہی روک لیں۔
میں عرض کر رہا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا:
پھر میرے ربّ نے اپنے قدسی ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دئے، یہاں تک کہ میں نے ان کی ٹھنڈک کو اپنی دونوں چھاتیوں میں محسوس کیا
پھر کیا تھا
فتجلی لی کل شی
میرے لئے ہر چیز روشن ہوگئی اور آسمان اور زمین کی ہر چیز جان گیا
محبوب اب بتاؤ جانا تو۔۔۔۔۔
ملاء اعلیٰ کی آپس میں بحث کیا ہے
میں نے عرض کی
ہاں
درجات میں اور کفارات میں!
باجماعت نماز کے لئے قدموں کے اٹھنے میں!
سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں وضو کرنے میں!
اور نماز کے بعد نماز کے انتظار میں!!
اور پھر فرمایا:
جس نے ان باتوں پر حفاظت کی وہ بھلائی پر جیا اور بھلائی پر اٹھا
اور گناہوں کی بخشش کے معاملے میں جیسے اُس کی ماں نے اُسے ابھی جنم دیا
میرے ربّ نے مجھے پھر آواز دی
محمد!!!!! ﷺ
میں نے عرض کی:
لبیک وسعدیک
محبوب جب تم نماز پڑھو تو یہ کہہ لو
اللھم انی اسئلک
فعل الخیرت
وترک المنکرات
وحب المساکین
واذا اردت عبادک الفتنه
فاقبضنی الیک غیر مفتون
اے میرے مالک! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
''توفیق افعال خیر''

''ترک اعمال سو''

''حب فقرا و مساکین''

اے اللہ!

جب تیرا ارادہ اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ہو تو اُس دن پھر مجھے فتنوں سے محفوظ اپنی طرف اٹھا لینا

اور پھر وضاحت کا انعام دے دیا گیا

درجات یہ ہیں:

جان پہچان ہو نہ ہو

ہر مسلمان کو سلام کا تحفہ دو

کھانا کھلاؤ

اور رات جب دبیز گہری اور عمیق ہو جائے لوگ سو رہے ہوں

تو تم اٹھ کر نماز پڑھو۔

اس حدیث کو دارمی، دار قطنی، حاکم، بیہقی اور احمد سب نے نقل کیا اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔

ومن شا تفصیلا فعلیه المراجع والمواد من کتب الا حادیث والا خبار وصلی اللہ علی نبی المختار وعلی الہ واصحابہ الاخیار بعدو نعم اللہ و افضالہ۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

''خوب کھول دی ہے اللہ نے یہ بات کہ کوئی معبود نہیں ہو سکتا سوائے اس کے اور تمام فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ اس بات پر قائم ہیں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس معبود برحق کے جو غالب حکمت والا ہے''۔

شان نزول

اس آیۂ کریمہ کے شان نزول میں محکم روایت علامہ قرطبی کی ہے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر میں نقل کی، وہ لکھتے ہیں (103):

''رسول کریم ﷺ کی مدینہ میں جب آمد ہوئی تو شام کے علاقہ سے یہود کے دو عالم اس خوشبو خوشبو سرزمین میں آئے۔ جب انہوں نے مدینہ کو دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ شہر تو خاتم النبین رسول کے شہر مدینہ سے بالکل مشابہ ہے چنانچہ شوق سے رحمت عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اوصاف حمیدہ جو ان تک تاریخ سے پہنچے تھے، ان کے ذریعے آپ ﷺ کو پہچان لیا، بات کو اپنے منطقی نتیجہ تک پہنچانے کے لئے عرض گزار ہوئے:

کیا آپ محمد ﷺ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں محمد ہی ہوں''۔

دونوں نے باستعجاب پوچھا:

''کیا آپ ہی احمد ہیں''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں تو میں ہی احمد ہوں''۔

دونوں نے عرض کی ہم شہادت کے بارے میں ایک سوال کریں گے جواب درست ملا تو ہم ایمان لے آئیں گے، چنانچہ یہ پوچھا کہ ارشاد گرامی کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے، اس پر یہ آیت رحمت عالم کے دل پر نازل ہوئی۔ آپ نے پڑھ کر سنائی تو دونوں شخص اسلام لے آئے اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کر دی۔

علامہ خازن نے اس آیت کے شان نزول میں یہ روایت نقل کی کہ عیسائیوں کا وہ وفد جو نجران سے مدینہ آیا تھا اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں ربّ العٰلمین کی توحید اور اس کے اوصاف کھول کر بیان کر دئے گئے (104)۔ علامہ خازن نے آیت میں شہادت کا معنیٰ یہ کیا کہ اللہ علم عطا فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، بے شک وہ اکیلا لاشریک ہے۔ علامہ رازی نے بھی اپنی تفسیر میں شہادت کا ایک معنیٰ اظہار و بیان فرمایا ہے اور لکھا کہ ملائکہ اور اہل علم نے بھی یہی گواہی دی یعنی لوگوں پر اس عقیدہ کو ظاہر کیا تا کہ حقیقت کا صحیح معنوں میں ابلاغ ہو جائے (105)۔

مرحوم طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا کہ عرفہ کی رات آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے (106) بلکہ بغوی نے اس آیت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا (107):

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورۂ آل عمران کی دو آیتیں، ایک شَهِدَ اللّٰهُ والی آیت اور دوسری قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ آخر تک پڑھا کرے گا تو اللہ فرماتا ہے میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بنا دوں گا، ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور اُسے ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا اور ان پر یہ آیتیں پڑھنے والے ہی کو غالب رکھوں گا۔

کتنی خوبصورت روایت ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

آپ فرماتے ہیں: اللہ نے اجسام سے چار ہزار سال پہلے ارواح کی تخلیق کی اور روحوں سے چار ہزار سال پہلے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے جب کہ وہ خود تھا، نہ آسمان تھا اور نہ زمین، نہ نیک نہ بد، خود ہی اُس نے اپنے ایک ہونے کی شہادت دی اور فرمایا (108):

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت قولی بھی ہے اور فعلی اور عملی بھی ہے۔ قولی تو اس طرح کہ تمام آسمانی اور الہامی صحیفوں میں اس کی اپنی دعوت توحید ''شهادت علی ذاته'' کا درجہ رکھتی ہے اور فعلی اور عملی شہادت کائنات ارضی و سماوی کا ایک ایک ذرہ اس کی شہادت توحید پر ایک کھلی کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں تکوین کا متحد المقصد ہونا ایک منظم سسٹم کا فہم اور ادراک دیتا ہے اور مربوط، مضبوط اور

موجود نظام وحدت سے کسی ایک ہی فاعل اور مؤثر ہستی کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ شہادت توحید عملاً کائنات کی نس نس میں رواں دواں دکھائی دیتی ہے۔ شہادت گہ الفت کا مطالعہ ایک معمولی ذرّے سے لے کر کہکشانوں تک اور زمینوں سے لے کر آسمانوں تک کیا جا سکتا ہے۔ الیکٹران، پروٹان، پوزیٹران کی دنیاؤں سے لے کر فضاؤں میں تیرتے سیاروں تک ہر چیز اپنے ایک ہی مرکز کے گرد اگرد گھوم رہی ہے۔ ایسے لگتا ہے تکوین کے مرکز سے عشق میں ہر شئی رقص کر رہی ہے۔ یہ رقص شوق زبانِ حال سے زمزمۂ توحید گنگنا رہا ہے ہر کثرت وحدت میں گم ہو رہی ہے اور ہر وحدت ٹوٹتے بنتے قطعی ایک ہی ذات کا کلمہ پڑھ رہی ہے یہ شَهِدَ اللّٰهُ ہے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پر منتج ہو رہا ہے۔

قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ کی ترکیبیں

روح المعانی اور تفسیر کبیر اور درالمصنون کی مدد سے اس کی چار صورتیں بیان کی جاتی ہیں (109):

پہلی صورت

"شَهِدَ" فعل ہے اور اسم باری اس کا فاعل ہے اور "قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ" اس سے حال واقع ہو رہا ہے۔

دریں صورت مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ نے اپنی یکتائی کی گواہی خود اس کائنات میں قائم فرمائی ہے کہ وہ اس عالم میں عدالت اور انصاف قائم کئے ہوئے ہے۔ بے شک اللہ نے انسانوں کو ایک ایسا راستہ دیا ہے جو افراط، تفریط اور انحراف سے پاک ہے یہی تو وہ عدل ہے جس کی خبر اللہ نے خود عطا فرمائی ہے۔

دوسری صورت

ترکیب کی دوسری صورت یہ ہے کہ "قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ" حال واقع ہو رہا ہے لیکن "هُوَ" سے تقدیر عبارت یوں ہوگی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ

"کوئی معبود نہیں سوا اس کے درآنحالیکہ وہ انصاف پر قائم ہے"۔

تیسری صورت

"قَآئِمًۢا" پر نصب "علی وجہ المدح" ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کا قسط پر قائم رہنا قابل مدح اور قابل تعریف ہے۔

چوتھی صورت

"قَآئِمًۢا" حال واقع ہو رہا ہے "اولو العلم" سے۔ دریں صورت مفہوم یہ ہوگا کہ علم والے بیان دیتے اور شہادت دیتے ہیں انصاف پر قائم رہتے ہوئے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

"بے شک اصل دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جو اختلاف میں پڑ گئے کتاب دئے گئے لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچا یہ محض اُن کی باہمی ضد تھی اور جو انکار کرے اللہ کی آیتوں کا تو بے شک اللہ بھی حساب چکانے میں بڑا سریع ہے"۔

اس آیت سے پہلے توحید کا کھرا، شفاف اور زندگی افروز عقیدہ سکھایا گیا اور قاریٔ قرآن کو اس جہانِ رنگ و بو کی نس نس میں رواں شہادت سے روشناس کروایا گیا اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ دنیا بھر کی روحانی، علمی اور حرکی قوتوں کو اس عقیدہ کی فرماں روائی سے کوئی انکار نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اب اس آیت میں ان لوگوں کی مدد کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دیا گیا جو دین کی تلاش میں سریع العمل ہوں۔ قرآن مجید کی یہ زوردار آواز کتنی مؤثر، ضروری اور انقلابی آواز ہے کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اور صرف اسلام ہے، دین اور اسلام کو جوڑ دیا گیا۔ دین کی تفسیر اسلام اور اسلام کی تعبیر دین بنا دی گئی۔ وہ شخص جو دین دین کر کے "اسلام" سے دور ہو وہ کبھی دیندار نہیں ہو سکتا اور وہ شخص جو اسلام کا نعرہ لگائے، اسلام کا پرچم اٹھائے ہو اور اسلام والا ہونے کا دعویٰ کرے لیکن اس میں تسلیم نہ ہو، اطاعت نہ ہو، بندگی نہ ہو، جزا پر اُسے یقین حاصل نہ ہو اور پیروی کی روح اس کے ایمان کے قالب میں نہ تڑپے وہ اسلام والا ہونے کی منزل پانے میں کھرا نہیں ہو سکتا۔ دین اگر کشتی ہے تو اسلام اس کا ملاح ہے اور اسلام اگر سفینہ ہے تو دین ہی اس کو منزل شناس کرنے والا ہادی ہے۔ دین اور اسلام جب مکمل نافذ ہوتے ہیں تو ابدان میں انقیاد کی لہر دوڑ پڑتی ہے، عبادت گاہوں میں اذانیں گونجنے پڑ جاتی ہیں، عدالتوں میں فیصلے شریعت کے مطابق ہونے لگ جاتے ہیں اور سیاست و خلافت کا سرچشمہ قرآن، اوامر رسول اور شریعت مصطفوی بن جاتے ہیں۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" اس وقت اتری جب مشرکین نے اپنے مذہبوں پر فخر کیا۔ ہر فریق یہ ڈینگ مار رہا تھا کہ بعثت آدم کے زمانے ہی سے ہمارا مذہب پسندیدہ رہا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تکذیب کی، اس طرح کہ اعلان ہوا کہ پسندیدہ دین وہی اسلام ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے (110)۔

حاشیہ جلالین میں ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ افضل دین انہی کا ہے اور عیسائی دعویٰ کرتے نصرانیت سے کوئی چیز فضیلت مآب نہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے (111)۔

صابونی کے الفاظ دلچسپ اور مبنی بر حقیقت ہیں (112):

آیت زیر تفسیر میں یہ خبر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔ یہ درست ہے کہ تمام رسولوں کو جو نظام ملا وہ اسلام ہی سے ملا اور سب رسولوں کی اتباع اسلام ہی کی اتباع تھی۔ سوچ والا معاملہ یہ ہے کہ اب شریعت مصطفویہ ہی کیسے اسلام کہلا سکتی ہے؟ جو اب اس اشکال کا یہ ہے کہ محمد ﷺ کے تشریف لانے کے بعد اب تمام راستے بند کر دئے گئے ہیں سوائے طریقۂ محمدیہ کے، اب اس راہ مستقیم کو چھوڑ کر کوئی کسی بھی راہ سے ربّ کو پانا چاہے وہ قبول نہ ہوگا۔ اللہ نے خود فرما دیا ہے:

اے اللہ! جب تیرا ارادہ اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ہو تو اُس دن مجھے فتنوں سے محفوظ اپنی طرف اٹھا لینا

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ارشاد

روح المعانی میں علامہ آلوسی نے آپ جناب کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی ارشاد گرامی نہج البلاغہ میں کلمات قصار میں بھی موجود ہے، آپ فرماتے ہیں (113):

"میں تمہیں اسلام میں نسبتوں کی ایک ایسی جہت بتاؤں گا جو تمہیں کسی اور نے ہرگز نہ بتائی ہوگی۔ اسلام محض تسلیم ہے اور تسلیم یقین کے بغیر ممکن نہیں اور یقین ہی صاحب تسلیم کو تصدیق تک پہنچادیتا ہے اور قلب و روح کی تصدیق تک رہنا ہی کافی نہیں اس لئے ہر تصدیق کے لئے زبان سے جرأت کے ساتھ اقرار بھی ضروری ہے اور اگلا مرحلہ اقرار کو ذمہ داری کی ادائیگی تک پہنچانا ہے اور مسئولیت کا قبول کرنا عمل ہے"۔

ایک مفسر کا یہ قول چشم کشا ہے (114):

"وہ لوگ جو اپنی قوت وتوانائی کو فقط گفتگو، بیانات، جلسوں اور کانفرنسوں ہی میں صرف کر کے رہ جاتے ہیں اور باتوں سے آگے نہیں بڑھتے، وہ نہ تو اپنی ذمہ داری کو قبول کئے ہوئے ہیں اور نہ ہی وہ روح اسلام سے واقف ہیں"۔

قرآن مجید نسخہ شفا دے رہا ہے

مذہب اور دین پر جم کر چلنے والوں کے سامنے فرقہ واریت، نزاع اور تفرقات کے انحرافی راستے اپنی شناخت کے ساتھ لائے جارہے ہیں تاکہ بیماریوں کے لئے نسخہ شفا مل جائے اور تفرقات اور جدالی ظلمتوں میں بھٹکنے والوں کو اتحاد اور محبت کی منزل میسر آجائے۔ قرآن مجید اپنے قاری کو ذہناً آمادہ کرلیتا ہے کہ ماضی کے تجربات سے استفادہ کیا جائے کہ یہود و نصاریٰ جس گندی بیماری میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کا گوشت اور تاریخ دونوں نوچنے لگ گئے تھے اس کی وجہ کیا تھی؟ قرآن مجید اس مقدر سوال کا جواب دیتے ہوئے صاف کہہ دیتا ہے کہ یہ سب کچھ بے علمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ "الْعِلْمِ" کے آنے کے بعد تھا۔ اصل میں لوگوں کی کھوپڑیوں میں سرکشی، ضد، بغاوت، حسد، تعصب اور ذاتی مفادات کا جنون پھنس گیا تھا۔ یہ لوگ کام خراب کرتے ہیں اور آج کے مسلمانوں کی صفوں میں بھی یہی لوگ کام خراب کررہے ہیں۔ وہ اسلامی قافلوں کو بکھیرنے اور منتشر کرنے کے لئے اہل کتاب ہی کہ شہ پر پرانی کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ دین، قرآن اور وحی، رسول، نبی اور مذہبی پیشوا قافلۂ آدمیت کے انتشار کے لئے نہیں ابھرتے، سعادت اور تعمیر، کردار اور تقویٰ، تنویر اور تطہیر، تسلیم اور تامین اور تسکین اور ترحیم کے لئے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے کتنی خوبصورتی کے ساتھ فرق بتادیا۔

محض "الْعِلْمِ" والے اور ہوتے ہیں۔

اور "الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" کی دنیا الگ سے قائم ہوتی ہے۔ ایک فرقے بناتے ہیں اور دوسرے دارُودوا سے دلوں کو محبت کی دنیا سے آشنا کرتے ہیں۔ یاد رکھنے کی بات صرف یہ ہے کہ اسلام اور دین فرقستان سے نہیں ملتا محمد واحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامی نبی کے قدمستان سے ملتا ہے۔ اللہ معاف فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں ہی میں رکھے۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۧ

"(اے حبیب) اگر یہ لوگ آپ سے بحث میں اُلجھیں تو آپ فرمادیں کہ میں نے تو رُوئے محبت اللہ کے سامنے جھکادیا ہے اور انہوں نے بھی جو میرے تابع ہیں اور فرمایئے ان لوگوں سے جنہیں کتاب مل گئی ہے اور بے پڑھوں سے بھی کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ اگر تو وہ اسلام قبول کر لیں پھر تو وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر وہ روگردانی کرلیں تو آپ کے ذمہ ابلاغ حق ہی ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے"۔

قرآن مجید کی یہ آیت اپنی دعوت کو بہت بلندیوں تک لے جاتی ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دعوت کی فضیلتیں رفعت میں عرش کو جا چھوتی ہیں۔ فہم کا ساون بلا واسطہ قرآن پڑھنے والے کے دل اور روح میں محمدی دعوت کا فیض انڈیل دیتا ہے اور نور ورحمت کی قوس قزح زمین سے آسمان تک ادراکات کی قطعیت کے رنگ سجادیتی ہے۔ اسلوب کی جاذبیت ملاحظہ ہو، بات شروع ہی "محاجہ" والوں کے رویئے سے کی جاتی ہے۔ محبوب اب مصلحت اور برداشت کی برف پگھل جانی چاہئے۔ آپ حکم صادر کریں فطرت کا اہل کار "طبل توجہ" پر ضرب لگادے۔ یہود، نصاریٰ اور اس قسم کے غلیظ رنگ جتنے بھی فرقے باز ہیں ان کی بحث مباحثہ اور گفتگو مجادلہ بے معنیٰ اور بے مقصد لہو ولعب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ جھوٹے مذہبوں کی دفاعی طاقتیں اور دفاعی مورچے چیونٹیوں کے بل ہیں، آپ ان کی پرواہ ہی نہ کریں، اعلان کردیں دوٹوک، اٹل، واشگاف کہ

میں نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکادیا ہے
اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں
وہ بھی وہ دیکھو سر تسلیم خم کررہے ہیں۔

اسلام محض قول واقرار کا نام نہیں اس کے مفہوم میں انقیاد ہے، اتباع ہے، پیروی ہے، سر تسلیم خم کرنا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بندگی کی خلود رکھنے والی خوشبو ہے۔ بحث جھگڑا کرنے والوں کو کیا پتہ "اسلام" میں تسکین کی روشنی بندے کو کہاں پہنچادیتی ہے۔

محبوب آپ اب واضح اعلان کر کے حد بندی کردیں، اُس طرف یہودی اور اُس پار عیسائی اور ساتھ ہر منکر، ہر کافر، ہر منافق اور ہر جھگڑالو ضدی فتنہ گر اور اس طرف فردوس عقیدہ وایمان کی گلگشت رحمت میں کھڑے ہونے والے میرے غلام اور میں خود، اب تلاوت کریں کتنے مزے کی یہ آیت ہے:

فَاِنْ حَآجُّوْكَ
فَقُلْ
اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ
وَمَنِ اتَّبَعَنِ

پس اگر وہ جھگڑا کریں
تو
فرمادو
میں نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا
اور ہر اُس نے
جس نے
میری پیروی کا قلادہ گلے میں ڈال لیا۔

مخاصمت، مجادلت اور مناظرت مسئلے حل نہیں کرتے۔ ارادت، استقامت، استنارت، استطابت اور استعجابت زندگی کا رخ متعین کرنے والی چیزیں ہوتی ہیں۔ اہل حق کو ایک نہ ایک دن جب ایمان و اسلام کی بنیاد پر حد بندی کرنی ہی ہوتی ہے تو انہیں اچھے اور بھلے وقت میں ''آر پار'' کر دینے والے حالات پیدا کر لینے چاہئیں۔ زندگی ضائع ہونے سے بچ جاتی ہے اور بندہ محبتوں کے لگائے ہوئے درختوں کے سائے میں کچھ دیر خود بھی آرام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

آیت کا دوسرا حصہ

آیت کے دوسرے حصے میں اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی تمیز ختم کر دی جاتی ہے اور آیت کے مخاطبین میں ایک نیا طبقہ شامل ہو جاتا ہے اس طبقہ کو قرآن مجید ''اُمِّیّٖنَ'' کہہ کر پکارتا ہے۔ عامتہ المفسرین نے یہی کہا کہ ان سے مراد صحرائے عرب کے ناخواندہ بدو ہیں لیکن سوچ کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ ''اُوْتُوا الْکِتٰبَ'' سے وہ تمام اقوام مراد ہیں جن کا ربط کسی نہ کسی طرح آسمانی کتابوں سے رہا اور ''اُمِّیّٖنَ'' سے مراد وہ تمام اقوام ہیں جنہیں کسی آسمانی کتاب نے دعوتی اور تحریکی ہدف نہ بنایا اور وہ یوں عرفانی تعلیمات کی خوبیوں سے محروم رہ گئے۔ عرب کے عام لوگوں کی حالت بلاشبہ ایسی ہی تھی۔ اب اس آیت میں قرآن مجید میں سب کے سامنے اسلام قبول کرنے کی دعوت رکھ دی جاتی ہے کہ دعوت توحید کو سب تسلیم کر لیں اور جس زبان سے وہ دعوت کے شہامت فروغ کلمات سن رہے ہیں، ان کی خوبیوں، فضیلتوں اور کمالات کو بھی تسلیم کرنے میں کنجوسی نہ برتیں اور دل و جان سے ان کی اطاعت و انقیاد کو اپنی منزل بنالیں اور اپنے فیصلے قرآن حکیم کی روشنی میں کریں۔ اسلام کو ماننے میں فکر انگیز سیاست سے کام نہ لیں، خلوص سے قدم آگے بڑھائیں اور اسلامی زندگی کو اپنا لیں۔ قرآن مجید نے کہہ دیا ہے کہ اس انداز میں اسلام قبول کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

اگر وہ روگردانی کریں

یہ جملہ کہ اگر وہ روگردانی کریں تو آپ پر پیغام اور دعوت کا صرف پہنچا دینا ہے۔ مفسرین کے مطابق اس فقرہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے (115)۔ ان کے صفحۂ دل پر جو غم کا بوجھ پڑا اسے دور کیا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ محبوب آپ پر یہ لازم نہیں کہ آپ جن کو دعوت دیں ان سے قبول بھی کروائیں، آپ کا کام صرف بات کو کھل کر پہنچا دینا ہے۔ یہ ایک دوسری بات ہے کہ انبیاء کے ''وَ مَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ'' کہنے اور علماء کے کہنے میں فرق ہوتا ہے۔ انبیاء دعوت کو نکھار کر جب تک دوٹوک نہ کر دیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے اور اللہ کا پیغام تکرار کے ساتھ لوگوں کے دلوں اور روحوں میں اتارنے کی سعی کرتے ہی رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ قوم یا ادھر ہو جاتی ہے یا اُدھر ہو جاتی ہے۔ جس کشتی کا ملاح لوگ خود کشتی سے اتار دیں اس کشتی کے بے کنار اور بے منزل ہونے میں کوئی شک نہیں بچتا۔ آیت کے فہم میں اس اسلوب کا ادراک دو معانی کی نقاب کشائی کرتا ہے کہ یہ جملہ تسلی بھی ہے اور تنبیہ بھی ہے کہ لوگ مہلت سے فائدہ اٹھالیں اور سخاوت سے دعوت کو قبول کر لیں اس دعوت کو قبول نہ کرنا تباہی کے سوا کچھ نہیں۔

آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے معاملات سے اچھی طرح باعلم ہے۔ وہ کریم اور بے ہمتار بّ تمام معاملات اپنے علم اور بصیرت ہی سے چلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں رکھتا۔ اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کا انجام ٹھیک نہیں ہے سو وقت ہے عبرت پکڑی جائے اور اسلامی دعوت کو قبول کر لیا جائے (116)۔

حوالہ جات

(97) البحر المحیط: ابوحیان اندلسی
(98) تفسیر مواہب الرحمٰن: سید امیر ایضاً احیا العلوم: غزالی ایضاً جامع العلوم ایضاً تصوف: دائرۃ المعارف
(99) البحر المحیط: ابوحیان اندلسی
(100) تفسیر زجاج: زجاج (101) تاج العروس: زبیدی حنفی
(102) تفسیر کبیر: فخر الدین رازی
(103) الجامع لاحکام القرآن: قرطبی ایضاً بغوی ایضاً نجوم ایضاً گلدستہ ایضاً مواہب ایضاً حاشیہ طبری
(104) تفسیر القرآن: خازن (105) تفسیر کبیر: رازی
(106) مجمع البیان: طبرسی (107) تفسیر بغوی: بغوی
(108) تفسیر مظہری: قاضی ثناء اللہ پانی پتی
(109) روح المعانی: آلوسی ایضاً رازی ایضاً درالمصوّن ایضاً فراغوی ایضاً ابن عاشور
(110) حاشیہ بیضاوی: شیخ زادہ
(111) کمالین حاشیہ جلالین: مولوی کمال الدین
(112) تفسیر صابونی: صابونی ایضاً ابن کثیر
(113) روح المعانی: آلوسی ایضاً نہج البلاغہ
(114) تفسیر نمونہ: قلمکاروں کی ایک جماعت
(115) تفسیر کبیر: رازی ایضاً آلوسی ایضاً اسماعیل حقی ایضاً قرطبی
(116) فی ظلال القرآن: سید قطب

❁❁❁

صادق وہی شخص ہوتا ہے جو سچ بولتا ہے اور کردار کے اعلیٰ اصولوں پر قائم رہتا ہے

صفیں سیدھی رکھنا

محمد صدیق ہزاروی

عن انس (رضی اللہ عنہ) عن النبی ﷺ قال سووا صفوفکم فان لتسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوٰۃ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۷۴ اقامۃ الصف من اتمام الصلوٰۃ حدیث ۷۲۳)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اپنی صفیں سیدھی رکھو پس بے شک صفوں کو سیدھا (اور برابر) رکھنا نماز کو قائم کرنے سے ہے''۔

قرآن مجید میں نماز پڑھنے کے لئے اقامت صلوٰۃ کا لفظ ذکر کیا گیا جیسے ارشاد خداوندی ہے:

ویقیمون الصلوٰۃ (سورۂ بقرہ آیت ۳)

''اور متقی لوگ نماز قائم کرتے ہیں''۔

اور جہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا وہاں بھی ارشاد فرمایا:

واقیمو الصلوٰۃ واتو الزکوٰۃ (سورۂ مزمل ۲۱)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔

قیام نماز کی کئی صورتیں ہیں مثلاً پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، وقت پر نماز ادا کرنا، فرائض واجبات مستحبات، مکروہات اور مفسدات کا لحاظ کرنا اور ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے صفوں کے سیدھا ہونے کو بھی اقامت صلوٰۃ سے قرار دیا اور امت مسلمہ کو صفیں سیدھی رکھنے کا حکم دیا۔

اسلام دین فطرت ہے اور فطرت کے تمام تقاضے مطلوب بہ اسلام ہیں ان میں طہارت، ڈسپلن، یکجہتی اور ان جیسے دیگر امور ہمیشہ مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔

لہٰذا صفوں کا سیدھا اور کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑا ہونا درمیان میں خلا نہ چھوڑنا مسلمان ایسی باشعور قوم کی ذمہ داری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے خود صفیں سیدھی کرواتے تھے۔

چنانچہ رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق صحابہ کرام کا یہ معمول اور عادت مستمرہ بن گئی تھی کہ وہ صفیں سیدھی رکھتے اور مل کر کھڑے ہوتے لیکن بعد میں اس سلسلے میں کوتاہی شروع ہوگئی۔

حضرت یسیر بن یسار انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں جو کچھ دیکھا تھا آج ہم میں اس اعتبار سے کیا بات بدلی ہوئی پاتے ہیں۔

آپ نے فرمایا میں کسی چیز کو بدلا ہوا نہیں پاتا البتہ تم لوگ صفیں سیدھی نہیں رکھتے۔

(صحیح بخاری باب ۷۵ حدیث ۷۲۴)

اسلامی عبادات محض عبادات ہی نہیں بلکہ انسانی معاشرے کی اصلاح، باہمی محبت اور دیگر کئی معاشرتی امور کے لئے اصلاح کا کام کرتی ہیں جس طرح نماز بے حیائی اور برائی سے پاک معاشرہ پیدا کرتی ہے زکوٰۃ باہمی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتی ہے یوں ہی روزہ دوسروں کی مدد کے لئے نیکی کے جذبات میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ حج اور عمرہ ملت اسلامیہ کی اجتماعیت کے ضامن ہیں اسی طرح عبادت کی ظاہری درستگی قلبی معاملات کو درست کرتی ہے اس سلسلے میں بھی رسول اکرم ﷺ نے خود متنبہ فرمایا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور تین بار فرمایا:

اقیموا صفوفکم او لیخالفن اللہ فی قلوبکم

(فتح الباری جلد ۲ ص ۲۶۹)

''اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی مخالفت ڈال دے گا''۔

گویا باہمی الفت اور ایک دوسرے سے قلبی محبت و یگانگت کے لئے صفوں کی درستگی از حد ضروری ہے۔

مخبر صادق ﷺ کی نگاہ نبوت نے اپنے بعد قیامت تک آنے والے واقعات کو عطائے الٰہی سے ملاحظہ کیا اور امت کو ان خطرات سے آگاہ فرمایا۔

چنانچہ آج امت کا انتشار چاہے وہ بین الاقوامی سطح کا ہو یا ملکی سطح کا کسی سے پنہاں نہیں ہے۔ انتشار و افتراق کی فضا نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا دشمن اور مخالف بنا دیا ہے۔

اس کی جہاں دیگر کئی وجوہ ہیں وہاں رحمت عالمیاں ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے جو اس حدیث میں بیان فرمایا۔

اس لئے ضروری ہے کہ نماز میں صفیں سیدھی ہوں اور کاندھے سے کاندھا ملا ہو تاکہ نماز سے باہر معاشرتی زندگی میں بھی امت مسلمہ یک جان دو قالب کی طرح نظر آئے اور دشمن کے گھسنے کے لئے کوئی رخنہ نہ چھوڑا جائے۔

بعض روایات میں رسول اکرم ﷺ نے صفوں کی درستگی کو نماز کا حسن قرار دیا۔

آپ نے فرمایا:

واقیموا الصف فی الصلوٰۃ فان اقامۃ الصف من حسن الصلوٰۃ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب ۷۴ حدیث ۷۲۲)

''نماز میں صف سیدھی رکھو کیونکہ صف کا سیدھا ہونا نماز کے حسن سے ہے''۔

گویا احادیث مبارکہ کی روشنی میں صفوں کا سیدھا ہونا اقامت نماز بھی ہے، تکمیل نماز سے بھی ہے اور نماز کا حسن بھی ہے اور ملت اسلامیہ کے دلوں کو ملانے کا ذریعہ بھی ہے لہٰذا مسلمانوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے بلکہ امام مسجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس وقت تک نماز شروع نہ کرے جب تک صفیں درست اور سیدھی نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صفوں کی درستگی کی توفیق عطا فرمائے، وہ نماز کی صفیں ہوں یا معاشرتی زندگی کی۔ آمین۔

خاتم النبین، روح کائنات ﷺ کی مقدس اخلاقی تعلیمات اور موجودہ زمانہ

صاحب زادہ ذیشان کلیم معصومی

حضور نبی کریم صاحب خلق عظیم ﷺ کی جہان ہست و بود میں جلوہ گری سے پہلے پوری دنیا کی بالعموم اور عرب کی بالخصوص جو اخلاقی حالت تھی وہ بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ کفر وشرک کا راج تھا، جہالت کا غلبہ تھا، ضلالت کا تسلط تھا، ظلم و استبداد کا دور دورہ تھا، قتل و غارت کا بازار گرم تھا، ایمان وعرفان کا بحران تھا، اخلاق حسنہ کا فقدان تھا، تکریم انسانیت معدوم تھی صداقت ناپید تھی عدل مفقود تھا خلوص عنقاء تھا وفاداری نادرالوجود تھی غرضیکہ انسان حیوان بن چکا تھا انسانیت کی تذلیل آخری حد کو چھو رہی تھی اور اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا تھا انسانوں کی رشد وہدایت اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ کریم نے مختلف زمانوں میں انبیاء کرام اور صلحاء بھیجے۔ ان عظیم رہنماؤں نے ہدایت کی جو شمعیں روشن کیں وہ سب کی سب چھٹی صدی عیسوی کے آخر تک بجھ چکی تھیں اور ساری دنیا جہالت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب چکی تھی دنیا کا ہر خطہ تاریکی کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ روئے زمین پر کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو گرتی ہوئی انسانیت کو سہارا دے سکے۔ انسانیت خدا واحد کو بھول کر سینکڑوں معبودوں کی پرستش کی بھول بھلیوں میں گم ہو چکی تھی۔ کوئی خطہ ایسا نہ تھا جہاں انسانیت کے صحیح خدوخال دکھائی دیتے ہوں اور جہاں صحیح انسانی قدروں کی نشوونما کی کوئی صورت موجود ہو۔ انسانیت گندگی اور غلاظت کے ڈھیروں میں رینگ رہی تھی دینی روحانی اخلاقی قدروں کا جنازہ نکل گیا تھا اور انسانیت سکون قلب سے عاری ہو چکی تھی ایسے عالم میں ضرورت تھی کہ کوئی اللہ کا ایسا پیارا آئے کوئی مصلح آئے کوئی ایسا مسیحا آئے جو نہ صرف انسانی اخلاق واقدار کا احیاء کرے بلکہ انہیں نئی جہتوں کے ساتھ متعارف کرائے، فروغ دے اور بام عروج پر پہنچادے۔

اللہ نے چیختی چلاتی انسانیت پر اپنا خاص لطف و کرم فرماتے ہوئے حضور پاک ﷺ کو معلم الاخلاق بنا کر مبعوث فرمایا آپ کی ذات ستودہ صفات نے نہ صرف انسانی اقدار کا احیاء کیا بلکہ ان کو ایک نیا اسلوب دیا جدید روپ دیا مثالی رنگ دیا منفرد جہت دی جداگانہ روح دی۔ انھیں بڑی خوبی سے نکھارا اور بڑی عمدگی سے سنوارا اور ان اخلاقی اقدار کو اتنی رفعتوں پر پہنچا دیا کہ افلاک کی بلندیاں بھی جھک جھک کر سلام کرنے لگیں اور خود بھیجنے والا صاحب خلق عظیم ﷺ کے خلق کی مدح کرتے ہوئے یوں فرماتا ہے کہ یقیناً آپ خلق کے انتہائی ارفع مقام پر فائز ہیں (القلم آیت ۴) اور حضور پاک معلم الاخلاق ﷺ نے اپنی بعثت کے مرکزی مقصد اور ہدف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچادوں۔

ذرا غور کیجئے جس اولوالعزم ہستی کو عالم رنگ و بو میں اس لئے بھیجا گیا ہو کہ وہ اخلاقی مکارم ومحاسن کو نقطہ عروج پر پہنچا دے تو کیا رب العالمین نے ایسے جلیل القدر معلم مربی محسن اور مشفق کی ذات بابرکات میں اخلاقی محاسن و مکارم کے حوالے سے کوئی دقیقہ فروگذشت کیا ہوگا ہرگز نہیں بلکہ اس حقیقت کو حضور ﷺ نے اپنی زبان درفشاں سے اس طرح بیان فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خلق کی تعلیم دی اور خلق کی اعلیٰ تعلیم دینے میں کمال کردیا۔ ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ سے جب حضور پیکر اخلاق ﷺ کے خلق جمیل کے بارے میں استفسار کیا جاتا ہے تو آپ نہایت خوبصورت حقیقت افروز مختصر مگر جامع انداز میں یوں جواب دیتی ہیں کہ:

''کان خلقه القرآن''

''آپ سرکار ﷺ کا خلق قرآن کریم سے عبارت ہے''۔

اس ایمان پرور جملے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم نے جن مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف کو اپنانے کا حکم اور ترغیب دی ہے۔ مرقع اخلاق جمیلہ ﷺ ان سے بدرجۂ اتم متصف تھے اور جن باتوں اور فضول کاموں سے احتراز کرنے اور دامن کش رہنے کی تلقین کی ہے ان سے کامل طور پر مجتنب تھے یعنی آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک گوشہ اور سیرت طیبہ کا ایک ایک پہلو قرآن کریم سے پوری طرح ہم آہنگ اور کلی طور پر مطابقت وموافقت رکھتا ہے:

جو سر بسر ہے کلام ربی وہ میرے آقا کی زندگی ہے

حضور پاک صاحب لولاک ﷺ نے اپنے خلق عظیم، حسن سیرت اور قابل رشک کردار سے صداقت و امانت عفو ودرگزر، رحم وکرم، رفق ولطف، فیاضی وسخاوت، احسان وایثار، شرم وحیاء عدل وانصاف، ہمت وشجاعت، تواضع و انکساری، فقر وسادگی، استغناء خودداری تحمل و بردباری صلہ رحمی وہمدردی، غیرت وحمیت، انسان دوستی، تحمل و بردباری، تکریم انسانیت، ایفائے عہد، غریب پروری، یتیم کی خبر گیری، حقوق کی پاسداری اور فرائض کی ادائیگی ایسی تمام اخلاقی خوبیوں کو منتہائے کمال پر پہنچا دیا۔ وہ مخالفین ومعاندین جنھوں نے پیکر خلق عظیم ﷺ کو اذیت پہنچانے کو کوئی موقع ہاتھ سے خالی نہ جانے دیا وہ بھی آپ سرکار ﷺ کے اخلاق حسنہ اور بلند کردار کی عظمت وبرتری کو تسلیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

سرکار دوعالم ﷺ کی صداقت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اعداء آپ ﷺ کو ساحر شاعر مجنون وغیرہ نازیبا الفاظ سے پکارتے تھے مگر آپ کو کاذب کہنے کی جرأت نہیں کرسکتے اور کریں بھی کیسے؟ کیونکہ انھوں نے کبھی بھی آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا ہمیشہ سچ بولتے ہوئے پایا ابوجہل کی عداوت رسول ﷺ سے کون واقف نہیں مگر وہ بھی ایک روز حضور اقدس ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے محمد ﷺ ہم آپ کو کاذب نہیں کہتے البتہ تمھارے دین کو جھوٹا کہتے ہیں اس پر اللہ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ بدر کے مقام پر اُخنس بن شریک نے ابوجہل سے علیحدگی میں پوچھا اے ابا الحکم! یہاں میرے اور تیرے سوا کوئی اور نہیں جو ہماری بات سن رہا ہو سچ سچ بتا کہ محمد ﷺ صادق ہیں یا کاذب؟ تو ابوجہل نے آپ کی

صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم محمد ﷺ ضرور صادق ہیں اور کبھی بھی زبان سے جھوٹ نہیں بولا آپ نے کذب اور جھوٹ کے اندھیروں میں صدق کے ایسے چراغ روشن کئے جن سے کذب اور جھوٹ کا قبیح چہرہ پوری طرح بے نقاب ہو گیا اور آپ نے اپنے حسن صدق سے سچ اور جھوٹ کے درمیان ہمیشہ کے لئے ایک حد فاصل قائم کر دی اور واضح لکیر کھینچ دی اور آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ صداقت کا علم تھامے رکھنے کی تلقین فرمائی۔

ایک بار آپ نے سچ اور جھوٹ کے اثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سچ بولنا نیکی کے راستے پر چلنا ہے اور نیکی جنت کو لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا جاتا ہے اور سچ بولتے بولتے وہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری کا راستہ بتاتا ہے اور بدکاری دوزخ کو لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا ہے یہاں تک کہ جھوٹ بولتے بولتے وہ خدا کے ہاں کذاب جھوٹا لکھا جاتا ہے بلاشبہ جب تک مسلمان سچ کے علمبردار رہے سچ کے طرفدار رہے اور سچ کے پرستار رہے تو دنیا کی امامت وسیادت ان کے پاس رہی اور جب سے اجتماعی طور پر سچ کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہے ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ ہم آج اپنے اسلاف واکابر کی طرح اجتماعی طور پر صداقت اور سچائی کو زندگی کا نصب العین بنالیں تو عظمت رفتہ پھر بحال ہو سکتی ہے چھٹی ہوئی امامت پھر مل سکتی ہے۔

حضور پاک ﷺ کے عفو وکرم کا یہ مقام کہ کانٹے بچھانے والوں پتھر برسانے والوں گالیاں دینے والوں خون کے پیاسوں اور طرح طرح کی اذیت پہنچانے والوں کو انتقام کی بھرپور قدرت وطاقت رکھنے کے باوجود معاف فرمادیتے ہیں اس سے بڑھ کر عفو و کرم کی کوئی اور مثال کیا پیش کی جاسکتی ہے کہ فتح مکہ کے بعد وہ تمام اعداء اور مجرمین ایک ایک کر کے فاتح مکہ ﷺ کے حضور حاضر ہیں پوری طرح گرفت میں ہیں اور آپ سرکار ﷺ پورے وقار وتمکنت اور کامل جذبات تشکر کے ساتھ بیت اللہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہیں تمام مخالفین اپنے اپنے جرم وظلم کو یاد کر کے لرز ہبر اندام اور سر جھکائے انجام کے منتظر ہیں اب تو صرف انجام سے دوچار ہونے کے لئے آپ کے اشارہ ابرو کی دیر ہے لیکن ایسے عالم میں نگاہ رحمت ﷺ ان کی طرف اٹھتی ہے اور آپ ﷺ نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قریش! تمھارا کیا خیال ہے کہ میں تمھارے بارے میں کیا فیصلہ کرنے والا ہوں سب نے بیک زبان کہا کہ وہی جو ایک کریم بھائی اور کریم بھتیجے کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی ہم آپ سے کرم کی امید رکھتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں وہی بات کہتا ہوں کہ جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پوری طرح گرفت میں پا کر کہی تھی کہ تم پر آج کے دن کوئی سرزنش اور مواخذہ نہیں۔ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے وہ سب سے بڑھ کر رحم وکرم کرنے والا ہے۔ ان کلمات طیبہ کے بعد پیکر عفو وکرم ﷺ نے فرمایا جاؤ تم سب آزاد ہو۔ عفو درگزر کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اجسام وابدان کو فتح کرنے والا قلوب واذہان کو بھی اپنے خلق عظیم سے مسخر اور فتح کر لیتا ہے سب کے سب حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں اور پھر امن وآشتی کا پیغمبر ﷺ فتح مکہ کے موقع پر امن بھرا یوں اعلان کرتا ہے کہ جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کے لئے امن کی نوید ہے جو ہتھیار ڈال دے اس کے لئے پیغام امن ہے اور جو اپنا دروازہ بند کر لے وہ امن والا ہے۔

ابوسفیان ایمان لانے سے پہلے اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اس کے قصور کو معاف کرتے ہوئے فرمایا کہ اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی امن وسلامتی کا پیغام ہے وہ ہندہ نامی عورت جس نے آپ کے محبوب چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کے جگر پاک کو چبایا تھا اسے بھی معاف کر دیا اور وہ وحشی جس نے حضرت امیر حمزہ کا شہید کیا تھا اسے بھی چھوڑ دیا وہ ہبار بن اسود جس نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرادیا تھا جس کے صدمے سے ان کا حمل ساقط ہوا تھا اور اس سانحہ کے باعث ان کا وصال بھی ہوا تھا اسے بھی رسول کونین ﷺ نے اپنے دامن رحمت میں پناہ دی اور وہ یہودی عورت جس نے خیبر کے موقع پر زہر آلود کھانا پیش کیا تھا معلوم ہو جانے کے باوجود اسے بھی آپ ﷺ نے معاف فرمادیا۔

حضور پاک ﷺ نے اپنی عملی زندگی میں قدم قدم پر نہ صرف عفو درگزر کا مظاہرہ فرمایا بلکہ اپنے ماننے والوں کو بار بار تلقین فرمائی کہ ایک موقع پر بطور خاص اس کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! ایک دوسرے کو معاف کرو اس سے تمھارا باہمی کینہ اور کدورت دور ہو جائے گی ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں ایک دوسرے کو خلوص سے معاف کرنے کا عمل جاری ہو تو اس سے نہ صرف دلوں کی زمین سے نفرت کا خاردار جنگل کا خاتمہ ہو گا بلکہ اس سے باہمی اخوت و محبت کا گلشن مہکے گا۔ کاش ہم نے سرکار ﷺ کی مقدس تعلیمات کو خضر راہ بنایا ہوتا اور عفو درگزر کا شعار بنایا ہوتا تو آج ہمارا معاشرہ جہنم زار نہ ہوتا بلکہ جنت کا گہوارہ ہوتا اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ پیکر عدل وانصاف بھی تھے آپ کا عدل ایسا تھا کہ تاریخ انسانی میں اس کی نظیر نہیں ملتی آپ نے عدل کو اس کی روح اور اس کے تمام تقاضوں کے ساتھ جاری فرمایا آپ نے اپنے طرز عمل سے عدل کا ایک ایسا معیار قائم کیا جو پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے آپ کے عدالتی فیصلے پر کوئی فرد اور کوئی قبیلہ اثر انداز نہ ہو سکا اور آپ کی پوری حیات طیبہ عدل سے عبارت ہے آج ہمارا معاشرہ جو انتہائی ٹوٹ پھوٹ اور فساد وبگاڑ کا شکار ہے اس کی بنیادی وجہ بلا امتیاز قیام عدل سے فرار ہے یہاں طاقت ور اور دولت مند تعلق دار ہزار جرائم کے باوجود چھوٹ جاتا ہے اور کمزور معمولی سی لغزش پر سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسی حکومت کو دوام ملا ہے جس نے اپنی حکومت کو عدل وانصاف پر استوار کیا عدل سے باغی حکومت کو کبھی بھی استحکام نصیب نہیں ہوا۔ یاد رکھیئے جب تک ہمارے ملک میں اسلام کا نظام عدل پوری طرح نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک امن، خوشحالی اور استحکام ممکن نہیں ہے۔

استغنا کا یہ عالم ہے کہ جنگ حنین میں چھ ہزار قیدی، ۴۲ ہزار اونٹ، ۴۰ ہزار بکریاں، ۴ ہزار چھٹانک چاندی غنیمت میں حاصل ہوتی ہے نبی کریم ﷺ ان اشیاء میں سے کوئی چیز نہیں لیتے کاشانۂ نبوت سے جس خیر وبرکت سے تشریف لائے اسی طرح واپس لے گئے کیا آج ہے کوئی ایسا حکمران جس کی نگاہوں کے سامنے اتنی مقدار میں سامان پڑا ہے اور اس کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھے بالخصوص بیت المال کو ذاتی جاگیر سمجھنے کی بجائے عوام الناس کی امانت گردانتا ہو۔ معلم مساوات کے دربار کا یہ عالم ہے کہ کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں، کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی برتری نہیں وہاں کوئی طبقاتی نظام نہیں ہم بحیثیت مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ کی انفرادی واجتماعی طور پر اخلاق مصطفیٰ ﷺ کو اپنا لیں تو شعبہ زندگی میں ایک مثالی انقلاب رونما ہو جائے۔ اللہ ہمیں اپنے حبیب کریم ﷺ کا سچا غلام بنائے اور ان کے صدقے امت مسلمہ کے حال پر اپنا خصوصی رحم وکرم فرمائے آمین۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں شان اولیاء اللہ

حافظ کریم اللہ چشتی مرحوم

ارشاد باری تعالیٰ:

''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے اور پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش رہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے''۔

اللہ ربّ العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے انسان کو طرح طرح کی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا انسان شمار بھی نہیں کرسکتا انسانوں اور جنوں کو محض اللہ پاک کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاریخ اسلام پر اگر نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا ان انبیاء کرام نے اپنے اپنے ادوار میں مخلوق کی ہدایت کا فریضہ بخوبی انجام دیتے رہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبین ہیں آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اس لئے آقا ﷺ کے بعد امت کی ہدایت اور رہبری کے لیے اولیاء کرام بھیجے گئے جن کا سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ اللہ پاک کے وہ مقبول بندے جو اس کی ذات وصفات کے عارف ہوں اس کی اطاعت وعبادت کے پابند رہیں گناہوں سے بچیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہیں اپنا قرب خاص عطا فرمائے ان کو اولیاء اللہ کہتے ہیں ایسے خوش نصیب انسانوں کو نہ کسی قسم کا خوف اور نہ کسی قسم کا غم ہوتا ہے۔ اللہ پاک کے مقبول بندوں سے عجیب وغریب کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً پانی پر چلنا، بلائیں دفع کرنا، دور دراز کے حالات ان پر منکشف ہونا، جمادات وحیوانات سے کلام کرنا وغیرہ، اللہ پاک کے مقبول بندوں کی کرامتیں درحقیقت ان انبیاء کے معجزات ہیں جن کے وہ امتی ہیں۔ اللہ پاک کے ایسے مقبول بندوں کو نہ دنیا اور نہ آخرت میں کسی قسم کا خوف اور غم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے''۔

(پارہ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۶۲ تا ۶۴)

ولی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو کہتے ہیں۔ جن کو نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں کسی قسم کا خوف اور غم ہے۔ مالک الملک کی محبت اطاعت اور خشیت نے انہیں ہر قسم کے خوف اور غم سے آزاد کردیا ہوتا ہے اور وہ مرتبہ ولایت پر فائز ہوگئے یعنی اولیاء اللہ بن گئے۔ اولیاء کرام کی محبت درحقیقت دارین کی سعادت اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ مخلوق کی حاجتیں پوری کرتا ہے ان کی دعاؤں سے خلق فائدہ اٹھاتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے آقائے دوجہاں سرور کون مکان ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ شام میں ابدال ہوں گے جن کی تعداد چالیس ہوگی جب ان سے ایک فوت ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرمادے گا ان کے وسیلہ سے بارش ہوگی اور انہی کے طفیل دشمنوں پر فتح حاصل ہوگی اور انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب دور کیا جائے گا''۔

(مشکوٰۃ شریف)

اہل لغت نے ولی کے چند معانی بیان فرمائے ہیں۔ ولی کے معنی وارث، قریبی اور مددگار کے ہیں ولیوں کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جنہیں اللہ رب العزت نے دنیا وآخرت کی نعمتوں کا وارث بنادیا ہے ولیوں کو یہ مرتبہ اور مقام صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کی غلامی، محبت اطاعت کرنے کی وجہ سے ملا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے''۔

(سورۃ الانبیاء پارہ ۱۷)

اس زمین کی ملکیت اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں کو دے دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''یہی وہ جنت ہے جس کا وارث اپنے نیک بندوں میں اسے کریں گے جو متقی ہے''۔

(سورۃ مریم پارہ ۱۶)

مزید ارشاد ہوتا ہے:

''ہم تمہارے دوست ہیں دنیا وآخرت میں اور تمہارے لئے اس (جنت) میں ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو تم مانگو''۔

ولی کا دوسرا معنی مددگار کے ہیں یعنی مخلوق خدا کی امداد کرنیوالے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ایک دوسرے کی نیکی اور تقویٰ پر امداد کرو''۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَا''

''جس کا میں مولا (مددگار) ہوں اس کے علی مولا (مددگار) ہیں''۔

ولی کا ایک اور معنی قریبی کے ہیں یعنی اولیاء اللہ کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جن کو اللہ رب العزت کا قرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے وہ سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں۔ اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔ اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں''۔

ولی کا ایک اور معنی مددگار کے ہیں۔ ایک دن مشکل کشا سیدنا حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے تھے کہ اونٹوں کی ٹاپ کی آواز نے ایک نابینا سائل کو سرراہ کھڑا کر دیا۔ جس نے لوگوں سے پوچھا کون آرہا ہے اسے بتایا گیا کہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لا رہے ہیں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سائل کے قریب پہنچے تو اس نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں سوال کیا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا چاہیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوالی کا سوال سنا تو اپنے غلام کو بلا کر فرمایا کہ سائل کو روٹی دی جائے تو غلام نے عرض کیا حضور روٹی تو توشہ دان میں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے غلام دیر مت کر سائل کو توشہ دان دے دیا جائے۔ غلام نے عرض کیا حضور! توشہ دان تو کچاوے میں پڑا ہے فرمایا پھر ایسا کرو اس سائل کو کچاوا ہی دے دو۔ غلام نے عرض کیا حضور! وہ کچاوا تو اونٹ پر ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سائل کو اونٹ کی نکیل (مہار) ہی پکڑا دو۔ غلام نے عرض کیا حضور! اونٹ تو قطار کے درمیان میں ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس سائل کو اونٹوں کی قطار ہی تھما دو۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی
سردار کا عالم کیا ہو گا

''خبردار! سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم''۔

''سوال پیدا ہوتا ہے اللہ کے پیاروں کو کس طرح خوف اور غم نہیں۔ ایک مشہور صحابی جس کا نام تقریباً ہر شخص جانتا ہے ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بچہ بیمار تھا۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کام کے لئے گھر سے جانا پڑا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی گھر واپس نہیں آئے تھے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ننھا سا بچہ فوت ہو گیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت رمیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچے پر کپڑا ڈال دیا رات کو جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر پہنچے تو بچے کی خیریت دریافت کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صابرہ اور شاکرہ بیوی نے بڑے سکون سے عرض کیا کہ آج ہمارے بچے کی حالت پہلے کی حالت سے بہت اچھی ہے اب آرام وسکون میں ہے۔ بیوی نے اپنے سر کے تاج سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا پیش کیا صحابی رسول ﷺ نے کھانا کھایا کھانا کھلانے کے بعد حضرت رمیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے خاوند سے عرض کیا اور کہا اے میرے سرتاج ہمارے پڑوس والی عورت نے مجھ سے ایک چیز بطور عاریتاً لی تھی آج میں نے اس سے اپنی چیز کا مطالبہ کیا تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا کہ وہ بڑی احمق عورت ہے اسے ادھار لی ہوئی چیز کی واپسی تو بڑی خوشدلی سے کرنی چاہیے جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کی تو بیوی نے عرض کیا۔ اے میرے سرتاج تیرا چھوٹا بیٹا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بطور امانت دیا تھا وہ آج اس نے واپس لے لیا ہے۔ سیدنا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا:

''اِنَّاللہ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن''

جب صبح ہوئی تو یہ سارا واقعہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں عرض کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا گزشتہ رات تمہیں مبارک ہو کہ میں نے تمہاری بیوی کو جنت میں دیکھا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ہم نے دنیا میں جو دوست بنا رکھے ہیں قیامت کے دن سب کے سب دشمن بن جائیں گے سوائے متقی (لوگوں) کے، جن کی دوستی قیامت کے دن بھی ہم کو فائدہ دے گی، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

''گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار ان سے فرمایا جائے گا اے میرے بندو آج نہ تم پر خوف نہ تم کو غم ہو وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری خاطریں ہوتیں۔ ان پر دورہ ہوگا سونے کے پیالوں اور جاموں کا اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کو لذت پہنچے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کئے گئے اپنے اعمال سے، تمہارے لئے اس میں بہت میوے ہیں کہ ان میں سے کھاؤ بیشک مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''۔

(ترجمہ کنزالایمان پارہ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت ۶۷ تا ۷۴)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کی دوستی قیامت کے دن دشمنی میں کس طرح بدل جائے گی۔ یہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ قیامت کا دن نفسا نفسی کا عالم ہوگا ہر کسی کو اپنی جان کی پڑی ہوگی انسان کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو وہ نیکیاں مانگنے کے لئے اپنے والدین کے پاس جائے گا کہ مجھے کچھ نیکیاں ضرورت ہیں اگر آپ دے

دیں تو میری جان چھوٹ جائے گی۔ دنیا میں والدین کو اپنی اولاد سے کتنی محبت ہوتی ہے۔ اولاد دنیا میں جو بھی خواہش کرتی ہے والدین ان کی خواہشیں پوری کرتے ہیں۔ پر قیامت کے دن والدین بھی نیکیاں دینے سے انکار کردیں گے اسی مایوسی کے عالم میں انسان واپس ہوکر اپنے بھائی، بہن اور دوستوں کے پاس جائے گا تو ان تمام کی طرف سے بھی یہی جواب ملے گا کہ دنیا کی دوستی، دنیا کی محبت بجا آج ہم آپ کو کسی قسم کی نیکی نہیں دے سکتے۔ جن لوگوں سے ہم دنیا میں محبت کرتے تھے وہ نیکی دینے سے انکاری ہوجائیں گے جب انکاری ہوں گے تو دنیا والی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی پر قیامت کے دن بھی اللہ کے ولی، متقی، دوست، ہمارا ساتھ نبھائیں گے۔ تو ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان سے محبت کریں جن پر اللہ پاک اور اس کا حبیب ﷺ راضی ہو جن کی محبت قیامت کے دن بھی ہمیں کام آئے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے برگزیدہ بندے ہیں جو نہ انبیاء کرام ہیں نہ شہداء، قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ مقام کو دیکھ کران پر رشک کریں گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں ان کے بارے میں بتائیں کہ وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جن کی ایک دوسرے سے محبت صرف اللہ پاک کی خاطر ہوتی ہے نہ کہ رشتہ داری اور مال دین کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوف زدہ ہوں گے۔ انہیں کوئی غم نہیں ہوگا جب لوگ غم زدہ ہوں گے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

''خبردار بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے''۔

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا یقیناً بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کنجیاں ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ (طبرانی، بیہقی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ پاک فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

(بخاری شریف)

علامہ شیخ محمد عبدالباقی نے اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب لدینہ میں حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق میں تین سو اولیاء ہیں ان کے دل سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس کے دل سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل پر اور سات کے دل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور پانچ کے دل حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر اور تین کے دل حضرت میکائل علیہ السلام کے دل پر اور ایک کا حضرت اسرافیل علیہ السلام پر ہے جب ان سے ایک فوت ہوجاتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو پانچ میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرجاتا ہے تو سات میں سے اس کے قائم مقام کردیا جاتا ہے اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو چالیس میں سے کوئی اس کے قائم مقام کردیا جاتا ہے اور جب چالیس میں سے کوئی مرتا ہے تو تین سو میں سے اس کے قائم مقام کردیا جاتا ہے اور جب تین سو سے کوئی فوت ہوجائے تو عوام سے لیا جاتا ہے، انہیں سے حیات وموت، بارش کا برسنا، نباتات کا اُگنا بلاؤں کا دفع ہونا اس امت کا ہوا کرتا ہے''۔

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ تین سو چھپن اولیاء اللہ ہیں جو اس نظام کو چلاتے ہیں۔

حضرت عمرو بن حمق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پاسکتا جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی (کسی سے) ناراض اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہی (کسی سے) راضی ہو (یعنی اس کی رضا کا مرکز ومحور فقط ذات الٰہی ہوجائے) اور جب اس نے یہ کام کرلیا تو اس نے ایمان کی حقیقت کو پالیا اور بے شک میرے احباب واولیاء وہ لوگ ہیں کہ میرے ذکر سے ان کی یاد آجاتی ہے اور ان کے ذکر سے میری یاد آجاتی ہے (یعنی میرا ذکر ان کا ذکر ہے اور ان کا ذکر میرا ذکر ہے)۔

(طبرانی)

مشارق الانوار میں ہے ابن جوزی کہتے ہیں کہ شریعت محمدیہ ﷺ کا علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابوحنیفہ کی مجلس میں آیا کرتے تھے، جب آپ کا وصال ہوگیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابوحنیفہ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ میں علم فقہ ان سے مکمل کرسکوں چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابوحنیفہ کی قبر پر آکر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سنا کرتے تھے۔ یہ تو ایک ولی کا مقام ومرتبہ ہے۔ ہم شہید کے مقام ومرتبہ کو نہیں جان سکے کیونکہ ہم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں، انبیاء کرام علیہم الرضوان کا مقام مرتبہ کیا ہوگا۔ یہ تو اللہ پاک ہی جانتا ہے۔ اللہ پاک ہم کو اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت نصیب فرمائے تاکہ ہم کامیاب ہوجائیں۔ کسی نے کیا خوب ہی کہا:

یہ شان ہے خدمت گاروں کی
سردار کا عالم کیا ہو گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں لیکن انبیاء کرام اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں (ہمیں ان کی صفات بتائیں)؟ تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں آپ ﷺ

ولیوں کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جنہیں اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت کی نعمتوں کا وارث بنادیا ہے

نے فرمایا وہ ایسے بندے ہیں جو آپس میں بغیر کسی قرابت داری اور واسطہ کے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے پرنور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انہیں کوئی غم نہیں ہوگا جب لوگ غمزدہ ہوں گے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے''۔

(ابن حبان، بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو پس حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو پس آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (متفق علیہ)۔

ولی اللہ کا پرہیزگار بندہ ہوتا ہے ولی کی پہچان بھی یہی ہے کہ جب انسان اس کو دیکھے تو اللہ پاک یاد آجائے۔ حضرت اسماء بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''کیا میں تمہیں تم میں سب سے بہتر لوگوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آجائے''۔

(ابن ماجہ، احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ (اولیاء اللہ ہیں) جنہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔ (نسائی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک معمولی دکھاوا بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا، بے شک اللہ تعالیٰ ان نیک متقی لوگوں کو محبوب رکھتا ہے جو چھپے رہتے ہیں، اگر وہ غائب ہو جائیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ موجود ہوں تو انہیں (کسی بھی مجلس میں یا کام کے لئے) بلایا نہیں جاتا اور نہ ہی انہیں پہچانا جاتا ہے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں ایسے لوگ ہر طرح کی آزمائش اور تاریک فتنے سے (بخیر و عافیت) نکل جاتے ہیں''۔

(ابن ماجہ، الحاکم فی المستدرک)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہمارے بہترین ہم نشین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایسا ہم نشین جس کا دیکھنا تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے''۔

کرامات اولیاء وصالحین

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں اس کے ایک تختے پر سوار ہو گیا اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پھینک دیا جو شیر کی کچھار تھی۔ وہی ہوا جس کا ڈر تھا کہ (اچانک) وہ شیر سامنے تھا میں نے کہا اے ابوالحارث (شیر)! میں رسول اللہ ﷺ کا غلام ہوں تو اس نے فوراً اپنا سر خم کر دیا اور اپنے کندھے سے مجھے اشارہ کیا اور وہ اس وقت تک مجھے اشارہ اور رہنمائی کرتا رہا جب تک کہ اس نے مجھے صحیح راہ پر نہ ڈال دیا پھر جب اس نے مجھے صحیح راہ پر ڈال دیا تو وہ دھیمی آواز میں غرغرایا سو میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے اچانک پتہ چلا کہ یہ قبر ہے اور اس کے اندر کوئی آدمی سورۃ الملک پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک (اس صحابی نے سنا کہ) اس پڑھنے والے نے (قبر کے اندر) مکمل سورۃ الملک پڑھی، یہ سن کر وہ صحابی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے (نادانستہ) ایک قبر پر خیمہ لگایا اور مجھے یہ خیال نہیں تھا کہ یہ قبر ہے اچانک سنا کہ ایک آدمی قبر میں سورۃ الملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ میں نے سنا اس نے مکمل سورۃ الملک پڑھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ سورۃ الملک عذاب قبر کو روکنے والی ہے اور عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے''۔

بہجۃ الاسرار میں ہے کہ ایک مرتبہ شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے اچانک آسمان پر بادل کا ٹکڑا نظر آیا وہ بادل سر کے قریب آتا گیا۔ جب کافی قریب آ گیا تو اس سے آواز آئی۔ اے عبدالقادر! میں تیرا خدا ہوں، میں نے تجھے قبول کر لیا ہے لہٰذا! اب تجھے عبادت و ریاضت کی کوئی ضرورت نہیں میں نے تیری سب عبادتیں قبول کر لی ہیں۔ یہ لفظ سُن کر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھا بادل پھٹ گیا اور آواز آئی۔ اے عبدالقادر! میں ابلیس ہوں، تجھے تیرے علم نے بچا لیا ورنہ میں اس مرتبہ پر پہنچے ہوئے ستر غوثوں کو اسی حربے سے گمراہ کر چکا ہوں اے عبدالقادر! تجھے تیرے علم نے بچا لیا ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ظالم! اب بھی دھوکا دینا چاہتا ہے کہ میں علم پر فخر کروں غلط ہے مجھے میرے علم کے علاوہ اللہ پاک

کے فضل نے بچایا ہے۔

ڈاکٹر علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ شاہ بُوعلی قلندر کے ایک مرید کو شہر کے گورنر نے بلاوجہ سزا دی اس مرید نے حضرت شاہ بوعلی قلندر کی خدمت میں شکایت کی آپ نے ہندوستان کے شہنشاہ کو خط لکھا جس کا ترجمہ علامہ اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

باز گیر ایں عاملِ بد گوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو بہ دیگرے

اس گورنر کو قرار واقعی سزا دی جائے اس نے میرے مرید کو بلاوجہ مارا ہے اگر تو نے سزا نہ دی تو تیرا ملک کسی اور کو بخش دونگا۔

ایک امریکن پادری گولڑہ شریف آیا اور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن شریف میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے حالانکہ حضرت امام حسین علیہ السلام جن کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتا رہا ان کا نام تک قرآن میں موجود نہیں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے ایسے خادم اسلام کا ذکر تو قرآن میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔ تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ پادری صاحب کیا آپ نے قرآن پاک پڑھا ہے؟ کہنے لگا میں نے قرآن پڑھا ہے اور اس وقت بھی میری جیب میں موجود ہے فرمائیے کہاں سے پڑھوں؟ آپ نے اپنے علماء کی طرف دیکھا اور مسکرا کر فرمایا سبحان اللہ! پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے یہاں عمر گزری ہے اس دشت کی سیاہی میں مگر اس دعوے کی مجال نہیں پھر پادری سے مخاطب ہو کر فرمایا: اچھا پادری صاحب قرآن پڑھیے کہیں سے قرآن پڑھ دیجیے۔ وہ مئودب ہو کر بیٹھ گیا اور عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا:

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمان الرحیم

قبلہ عالم قدس سرہ نے اشارے سے روک کر فرمایا کہ بس اعوذ تو قرآن کا حصہ نہیں بسم اللہ الرحمان الرحیم ہے اور بقاعدہ ابجد کے عدد ۷۸۶ ہیں اب ذرا لکھیے۔ امام حسین عدد ہیں ۲۱۰ سن پیدائش ۴ ہجری سن شہادت ۶۱ ہجری کرب و بلا ۲۶۱، امام حسن علیہ السلام ۲۲۰ سن شہادت ۹۵ میزان ۷۸۶۔ تاجدار گولڑہ حضرت پیر مہر علی صاحب نے فرمایا: پادری صاحب قرآن مجید کی جو پہلی آیت آپ نے پڑھی اس میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام، سن پیدائش، سن شہادت مقام شہادت ان کے بھائی صاحب کا نام اور سن شہادت اور دونوں بھائیوں کے نام امام ہونے کا ثبوت موجودہ ہے آگے چلے تو شاید ان کی زندگی کے کئی واقعات بھی مل جائیں اس پر اس امریکی پادری نے کہا عربوں کے علم ہندسہ اور جعفر وغیرہ کا ذکر مستشرقین یورپ کی کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ مسلمانوں نے ان علوم کے اندر اتنی گہری ریسرچ (تحقیق) کی ہوئی ہے۔ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے فرمایا: ''جب مسلمان کہتا ہے کہ قرآن شریف کے اندر ہر چیز کا ذکر موجود ہے تو اس بات کا ایک ظاہری مفہوم جو ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ ہر اس چیز کا ذکر موجود ہے جو مذہب حقہ اسلام کی ضروریات میں داخل ہے لیکن یہ کہنا بھی غلط نہیں کہ ہر وہ چیز جس سے اسلام کا ذرا سا اور دور کا تعلق ہے قرآن مجید میں بیان فرما دی گئی ہے۔ ایسی چیزوں کے لئے اس یک جلد کتاب کے اندر اظہار معانی کے طریقے لامحال متعدد متصور ہوں گے۔ آپ کو اُستاد نے بتایا ہوگا کہ حُروف مقطعات کے اندر معانی اور مطالب کا ایک جہان پوشیدہ ہے۔ اسی قسم کی کیفیت دیگر حروف و الفاظ قرآنی کی بھی ہے اگرچہ ان معانی پر انسان اپنی کوشش اور تحقیق سے پُوری طرح مُطلع نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید کے باطنی رموز اور معانی پر اطلاع تحقیق اور تفتیش سے زیادہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور انسان کے نیک عمل پر موقوف ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حا جت ان اسرار پر مطلع فرما دیتا ہے سبحان اللہ اسلام کے اسی درخشندہ ماہتاب اور اسی زندہ جاوید شہید حضرت امام حسین علیہ السلام کے والد گرامی باب علم سیدنا مولائے علی کرم اللہ وجہ الکریم نے فرمایا تھا کہ میں سُورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنے بیٹھوں تو کئی ضخیم جلدوں میں ایک دفتر تیار ہو جائے۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنئی ذبح عظیم آمد پسر

حضرت بابو جی مدظلہ العالی ایک کتابی واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ اکبری محی الدین ابن عربی سواری سے گر پڑے اور اٹھ کر کچھ دیر اسے پکڑے ہوئے آنکھیں بند کر کھڑے رہے۔ خادم نے پوچھا: حضرت چوٹ تو نہیں آئی؟ فرمایا نہیں چوٹ نہیں آئی میں غور کر رہا تھا کہ اس وقت میرے سواری سے گرنے کا ذکر قرآن مجید میں کہاں آیا ہے چنانچہ اب معلوم ہو گیا ہے کہ کہاں موجود تھا۔

حضرت محمد بن حنیف شیرازی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں پہنچا اور چالیس روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا پھر ایک دن پیاس لگی تو ڈول اور رسی پکڑی اور ایک کنویں پر جا پہنچا دیکھا تو ایک ہرن پانی پی رہا تھا اور کنویں کا پانی کناروں تک پہنچا ہوا تھا۔ میں جب قریب گیا تو ہرن واپس چلا گیا میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو پانی تہہ میں چلا گیا میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: یا اللہ! کیا میں اس ہرن سے بھی کم مرتبہ رکھتا ہوں؟ ہرن آیا تو پانی کناروں تک آ گیا اور جب میں پہنچا تو پانی نیچے تہہ تک پہنچ چکا تھا۔ آواز آئی ہرن ڈول اور رسی کے بغیر آیا تھا اور تو نے ڈول اور رسی پر بھروسہ کیا آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ڈول اور رسی فوراً پھینک دی اور توبہ کی پھر دیکھا تو پانی اوپر آ گیا میں نے پیٹ بھر کر پیا واپس آ کر حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ یہ واقعہ سناؤں مگر آپ نے میرے عرض کرنے سے پہلے ہی فرما دیا شیرازی! اگر تو تھوڑی دیر اور ٹھہرتا تو پانی تیرے قدموں کے نیچے جوش مارتا، تو چلتا تو تیرے پیچھے چلتا معلوم ہوا کہ جنید بغدادی کی نظر سے کنویں کا واقعہ پوشیدہ نہیں تھا۔

اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک ہم کو صراطِ مستقیم کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے بروز قیامت آقا ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

آمین

آقا ﷺ کے بعد امت کی ہدایت اور رہبری کے لیے اولیاء کرام بھیجے گئے جن کا سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا

از دل و دیں چہ آورم ہدیہ رونمائے تو
اے کہ شان دلبری ہر دو جہاں فدائے تو

روزے کہ ذرّہ ذرّہ شود استخوان من
باشد ہنوز در دل ریشم ہوائے تو

سید ریاض حسین شاہ

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز گفتگو فرماتے لفظ خوشبو ہوتے، حرف موتی اور مفہوم جیسے سونے کی ڈلیاں ہوں۔ کلام جب لبوں کی مسکراہٹ کا آمیزہ لیتا تو جیسے عندلیب کسی گلبن پر محبت کا نغمہ چھیڑے۔ خوبصورت نصیحتوں کی چاندنی جب چٹکتی زندگی بہت حسین محسوس ہوتی۔ حضرت کا انداز تھا جیسے دھنک حسن بکھیرے، مثالیں، حکایتیں، محاورے اور حکمتیں خوب رس گھولتیں۔ دلنواز باتوں میں جب ''سنگی'' کہہ کر مخاطب ہوتے ایسے لگتا جیسے آسمان پر ستارے جڑے جارہے ہیں۔

ذہانت کی مثال دینی ہوتی تو فرماتے سنگی! مرغ سحر کہیں تجھ سے بازی نہ لے جائے وہ بوقت سحر اللہ تعالیٰ کی عظمت کے گیت گائے اور تو سویا ہو۔

''حال'' کی تعبیر کبھی ''باز'' سے دیتے اور فرماتے ذاکرین کو بلند پروازی شاہین سے سیکھنی چاہیے۔ کبھی چیونٹیوں کو چلتے دیکھتے تو فرماتے نظم وضبط ان سے سیکھنا چاہیے۔ حماقت کے لیے گدھا کو بطور استعارہ استعمال فرماتے۔ غفلت کے لیے ''اندھیرا'' عام طور پر آپ کی زبان سے سنا جاتا۔ کوئی آدمی پسند نہ ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص اچھا نہیں بلکہ فرماتے میری طبیعت اس سے نہیں ملتی۔ ہوا وہوس کے لیے مکھی کی مثال دیتے۔ کوئی آدمی بہت پسند آجاتا تو فرماتے فلاں شخص بہت اونچا آدمی ہے۔ انقباض کے لیے کبھی طبیعت کا میلا ہونا اور کبھی حال کا خراب ہوجانا استعمال فرماتے، کبھی بزرگ اور اکابر صوفیا کے حوالے پیش فرمادیتے۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کا قول سنایا کہ اللہ تعالیٰ سحری کے وقت ہواؤں کے ایسے قافلے روانہ فرماتا ہے جو ذکر وفکر میں مصروف لوگوں کے اذکار کو اپنے دامن میں سمیٹ کر سرکار الٰہی میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نور محمد کے حوالے سے شیخ کامل کی یہ علامتیں بیان فرماتے۔ ایسا شخص جس کا سلسلہ نسبت حضور ﷺ تک مسلسل ہو۔ بابصیرت ہو، شریعت وسنت کا پاسدار ہو۔ دنیا کا طالب نہ ہو۔ حرص اور لالچ سے پاک ہو۔ امراء کی نسبت غربا سے زیادہ محبت رکھنے والا ہو، نفس کشی کر چکا ہو، دائمی ذاکر ہو۔ اپنے شیخ کی محبت اور ادب میں ڈوبا ہوا ہو۔ طمانیت نفس، سخاوت، قناعت، صدق، توکل اور وفا ایسی صفات حمیدہ کا آئینہ ہو۔ انوار الٰہی کا مظہر ہو، ناجنسوں سے پرہیز کرتا ہو۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز دلنواز باتوں میں جب ''سنگی'' کہہ کر مخاطب ہوتے ایسے لگتا جیسے آسمان پر ستارے جڑے جارہے ہیں

حضرت شفیق بلخی کا یہ قول آپ کو بہت پسند تھا:

''اعمال حسنہ جیسا بہترین دوست کوئی بھی نہیں اس لیے کہ یہ قبر میں بھی کام آتے ہیں اور عبث خواہشات ایسا کوئی دشمن نہیں اس لیے کہ انسان قرب رحمت سے صرف انہی کی وجہ سے محروم ہوتا ہے''۔

مولانا رومی کی یہ بات تقریباً ہر محفل میں سناتے کہ دودھ نہ ہو تو مکھن نہیں بنتا۔ شریعت مطہرہ پر عمل نہ ہو تو طریقت حاصل نہیں ہوتی۔ خواجہ شمس الدین صاحب عرف صاحباں فرماتے ہر آدمی کی طریقت میں اپنی مناسبت ہوتی ہے۔ کامیابی کے لیے ہماری مناسبت کثرت ذکر ہے۔ شعری ذوق کمزور تھا لیکن کبھی کبھار مولانا روم کے فارسی اشعار پڑھ دیتے۔ ایک مرتبہ یہ اشعار پڑھے اور خود ہی ترجمہ فرمایا:

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب زیر کشتی پشتی است
آب در کشتی ہلاک کشتی است

''دنیا خدا سے غافل ہوجانے کا نام ہے نہ کہ مال دولت اور بیوی بچے۔ دنیا کی مثال پانی کی ہے کہ جب وہ کشتی کے نیچے ہو تو کشتی چلتی رہتی ہے اور جب پانی کشتی کے اندر چلا جائے تو وہ تباہ ہوجاتی ہے''۔

حضرت خواجہ فقیر محمد ہشتنگری کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ قول سنایا:

''نیک اہل قبور سے صاحب حال ہی کما حقہ، فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سالک کو چاہیے کہ وہ صاحب حال کے پاس حاضری دے تو دل کو حرص وہوا سے خالی کرلے اس لیے کہ اہل اللہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں''۔

حضرت لالہ جی قدس سرہ العزیز کی باتیں یاد کر کے بس اب یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں

تلاوت قرآن کے اسباب

ماسٹر احسان الٰہی

قسط 14

قرآن مجید ایک پُر عظمت ، پُر انوار اور پُر تاثیر کتاب ہے ۔ یہ کسی معمولی شخص کی نہیں بلکہ کائنات ارض وسماوات کے خالق، مالک اور ربّ کی کتاب ہے۔

سورۂ مزمل میں ارشاد ہوا:

''بے شک ہم آپ پر ایک گراں اور بھاری بات کا ارتقا کریں گے''۔

سورۃ الحشر آیت نمبر 21 میں ارشادِ ربانی ہے:

''اگر ہم یہ قرآن عظیم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اُس کو ضرور دیکھتے کہ وہ دہشت زدہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں''۔

سورۂ انفال آیت نمبر 2 میں ارشاد باری یوں ہے:

''ایمان والے صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اُن پر اس کی آیتیں تلاوت کی جائیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوتے ہیں''۔

اس لحاظ سے یہ پاک کتاب محض ایک متبرک کتاب نہیں بلکہ کتاب ہدایت و راہنمائی ہے ۔ وہ ضابطۂ حیات جس پر ہماری دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح کا انحصار ہے۔ اس کا ہم پر کم سے کم حق یہ ہے کہ اس کی عظمت کا پورا پورا اعتراف کریں اور اسے کثرت سے پڑھیں، مداومت کے ساتھ پڑھیں، اُن آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کر پڑھیں جس کی یہ مستحق ہے۔ سمجھ کر اور غور وفکر کے ساتھ پڑھیں اور اس جذبہ کے ساتھ پڑھیں کہ اس کتاب کی روشنی میں ہمیں اپنی زندگی کو بدلنا، سنوارنا اور ڈھالنا ہے۔ قرآن حکیم کو اس شعور و احساس سے پڑھنا چاہیے کہ یہ ایک ہستیِ برتر کا کلام عظیم ، ہمارے مالک کا نوشتہ ، ہمارے فرمانروا کا فرمان نامہ اور ہمارے محبوب کا مکتوب مقدس ہے۔

اس کو چھونے سے پہلے وضو کیا جائے اور وضو کے بغیر ہرگز ہرگز نہ چھوا جائے۔ اس کو کھولتے ہی تعوذ کے ساتھ حسب ذیل باتیں ذہن میں تازہ کر لی جائیں تو قرآنی رحمت کے دروازے ضرور کھلیں گے:

1- یہ کہ مجھے اپنی زندگی کے لیے صرف اسی کتاب سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرنی ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

2- یہ کہ مجھے اس میں سے اپنے مطلب کی باتیں تلاش کر کے خواہشات نفس کے راستے نہیں بنانے ہیں بلکہ ان پابندیوں کو معلوم کرنا ہے جو اللہ نے میرے لیے لازم کی ہیں۔

3- قرآنی حقائق اور اوامر و نواہی کو مجھے سیدھی طرح اور ہر لحاظ سے اُن کے سادہ اور عام فہم مفہوم کے ساتھ بہ سر و چشم قبول کرنا ہے اور ان کو تاویلات باطلہ کا ہدف نہیں بنانا ہے۔

4- اپنی انفرادی یا اجتماعی زندگی میں جو چیزیں قرآنی ہدایت کے خلاف پائی جاتی ہیں ان کو غلط اور خلاف حق تسلیم کرنا ہے۔ ان کے لئے قرآن سے زبردستی سندِ جواز نہیں نکالنی ہے۔

اس کتاب سے فائدے اٹھانے کے کچھ ظاہری آداب ہیں اور کچھ باطنی کیفیات ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سے اچھی طرح جانکاری رکھتا ہو اور ان پر اخلاص کے ساتھ عمل کرے۔ اس مضمون میں انہی آداب پر مختصراً بات ہوگی۔

قرآن مجید، فرقان حمید کا ہم پر کم سے کم حق یہ ہے کہ باوضو ہو کر کثرت سے پڑھا جائے۔ مداومت کے ساتھ پڑھا جائے۔ تلاوت کے اوقات میں رات کو اور صبح کے وقت کو خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ بلاشبہ ان اوقات میں دل و دماغ قرآن کے پیغام کو سننے کے لیے زیادہ سے زیادہ مستعد ہوتے ہیں۔ ارشاد ہے:

یتلون آیات اللہ اناء الیل

''یعنی جو اللہ کی آیات کی تلاوت راتوں کے وقت کرتے رہتے ہیں''۔

فجر کے وقت تلاوتِ قرآن کی فضیلت بھی قرآن حکیم میں آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے علاوہ صبح کو قرآن پڑھنے کی ربّانی ہدایت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے لے کر رات کا اندھیرا چھا جانے تک اور فجر کا قرآن پڑھنا قائم رکھیں بے شک فجر کے وقت قرآن کی تلاوت کا مشاہدہ ہوتا ہے''۔

(سورۂ بنی اسرائیل:78)

حدیث شریف میں ہے کہ جو قرآن مجید کا ایک حرف تلاوت کرے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

دو چیزوں میں رشک جائز ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم سے نوازا ہے اور وہ رات دن اس میں غرق رہے۔

(حدیث)

جس طرح مجھے تمام تر مخلوق پر فضیلت ہے اس طرح قاریٔ قرآن کو دوسرے لوگوں پر فضیلت ہے۔

(حدیث)

اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت اور نماز سے روشن رکھو۔

(حدیث)

تلاوت اللہ کا دسترخوان ہے، اسے نہ چھوڑو۔

(حدیث)

قرآن والو! قرآن کو اس طرح سے پڑھو جس طرح سے اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ رات

دن پڑھو اور اسے پھیلاؤ۔
اس کے تمام مضامین پر غور کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

(حدیث)

مقدار تلاوت

جو قرآن مجید کو تین دن سے کم میں ختم کرے گا وہ کچھ نہ سمجھے گا۔

(حدیث)

تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم نہ کرو۔

(ابن مسعود۔ معاذ بن جبل)

حضور ﷺ کے قوی و تندرست ساتھی سات دن میں ختمِ قرآن کرتے تھے۔ بعض ایک ماہ میں، بعض دو ماہ میں اور بعض اس سے بھی زیادہ۔ حضرت لیث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سال میں دو دفعہ ختم کرو۔

امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر سال میں دو دفعہ قرآن ختم کر لیا تو حق ادا ہو گیا کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کے ساتھ آخری سال میں دو دفعہ دہرایا تھا۔

امام نووی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں جو لوگ دوسرے دینی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی فرصت کے مطابق کچھ حصہ سمجھ کر پڑھنا چاہیے لیکن جو لوگ فارغ ہوتے ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہیے۔

ایک اور روایت عبداللہ بن عمرو کی بھی ہے کہ آپ نے خود حضور ﷺ سے دریافت فرمایا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ماہ میں ختم کرو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں اس سے بھی زیادہ کی قوت اپنے اندر پاتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس دنوں میں ختم کرو۔ آپ نے مزید کمی کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سات دنوں میں ختم کرو۔

یاد کر کے بھلا دینا

قرآن مجید کو یاد کر کے بھول جانا گناہِ کبیرہ ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے۔ ان میں سب سے بڑا گناہ قرآن مجید کو بھول جانا تھا۔ سہو سے مراد صرف لفظوں کا بھول جانا ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیمات کو بھول جانا بھی اس میں شامل ہے۔

ایسا شخص قیامت کے دن کوڑھی ہو کر اٹھے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کرو اور بار بار پڑھو، ورنہ تم بھول جاؤ گے۔

پاکیزگی اور طہارت

قرآن میں ہے اسے صرف پاک و صاف لوگ چھو سکتے ہیں۔

عورتوں کو ناپاکی کے دنوں میں پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ وہ قرآن مجید کے مطالب و مفاہیم پر غور کریں اور دماغ میں لائیں یہ جائز ہے نیز پڑھتے وقت جگہ کی صفائی کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

جب بھی تلاوت قرآن مجید شروع کی جائے **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم** ضرور پڑھی جائے اور ہر سورت کو شروع کرتے وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جائے۔ (سورۂ توبہ)

اگر کسی سورت کے درمیان سے تلاوت شروع کرنی ہو تو بھی تعوذ اور تسمیہ سے آغاز کیا جائے۔

قرآن مجید کو جلد جلد نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اور ترتیل سے پڑھنا ضروری ہے، ایک ایک حرف اپنے مخرج سے ادا ہو جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے **ورتل القرآن ترتیلا**۔ قرآن مجید کا یہ طریقہ تلاوت محض اس لیے رکھا ہے کہ لوگ قرآن مجید کو خوب سمجھ کر پڑھیں اور ویسے ہی محض سرسری طور پر نہ گزر جائیں۔

تدبر فی الآیات

قرآن مجید میں بار بار تدبر فی القران کی تاکید کی گئی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں غور و فکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جب کہ لوگ قرآن مجید کو پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید کو اتارا ہی اس لیے گیا ہے کہ اس کی آیات میں تفکر و تدبر کیا جائے۔

فرمان خداوندی ہے:

''یہ عظیم الشان کتاب جسے ہم نے آپ پر نازل کیا بڑی برکتوں والی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور اہل فکر و نظر اس کی یاددہانیوں سے فائدہ اٹھائیں''۔

(سورۂ ص آیت:29)

افلا یتدبرون القرآن

''کیا یہ لوگ قرآن مجید پر غور نہیں کرتے''۔

علمائے حق نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو غور سے پڑھنا چاہیے اور اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے اور قرآنی تعلیمات و افکار پڑھ کر اپنی کوتاہیوں، لغزشوں پر رونا کارِ ثواب ہے۔ علماء نے لکھا اگر کسی کو رونا نہ آئے تو وہ بہ تکلف روئے اور اپنے آپ کو قرآن سے متاثر کرے۔

خوش الحانی

قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا جائز ہے لیکن اگر خوش آوازی ایسی ہو کہ وہ گانے یا موسیقی سے قریب تر ہو جائے اور قرأت کے حدود و قیود پامال ہوں اور قرآن کی عظمت اور اس کی تقدیس مجروح ہو تو یہ سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔

جہر و اخفا

تلاوت جہر و اخفا دونوں صورتوں میں کی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید اونچی آواز سے پڑھنا بالاتفاق جائز ہے لیکن اس پر کچھ قیود بھی ہیں مثلاً اگر کوئی پاس سو رہا ہو یا کوئی نماز پڑھ رہا ہو یا کسی ایسے کام میں مصروف ہو جسے وہ چھوڑ کر قرآن کی طرف ہمہ تن متوجہ نہیں ہو سکتا تو پھر اونچی آواز سے پڑھنے میں احتیاط لازم ہے کیونکہ قریب والا شخص قرآن کی اس ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو''۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اعتکاف میں تھے۔ لوگ مسجد میں جہراً قرآن مجید پڑھنے لگے۔ آپ ﷺ نے پردے سے سر مبارک باہر نکال کر فرمایا: ''آپ لوگ اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں لہٰذا ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں اونچی آواز سے بھی نہ پڑھیں''۔

ہاں کوئی مانع نہ ہو اور دوسرے لوگ سننے کے لئے آمادہ ہوں تو بلند آواز سے پڑھنا کارِ ثواب ہے کیونکہ یہ بھی دائرہ تبلیغ اور اشاعت قرآنی میں شامل ہے۔

سلسلۂ تلاوت منقطع کرنا

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ سلسلۂ تلاوت قرآن مجید کو بغیر کسی وجہ یا ضرورت کے قطع کر دے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب بھی تلاوت قرآن شروع کر دیتے تو پھر کسی سے بات نہیں کرتے تھے البتہ ضرورت ہو تو بات کی بھی جا سکتی ہے اس کے لیے انسان کی عقلِ سلیم اور ضرورت ہی معیار ہے۔ اس لیے دوسرے حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ کسی معمولی بات کی وجہ سے تلاوت کرنے والے کے لیے رکاوٹ

کا باعث نہ بنیں۔

ترجمہ کی تلاوت

قرآن مجید ختم کرنے کے بعد دعا کرنا مسنون ہے۔ جہاں جہاں سجدۂ تلاوت آتا ہے وہاں سجدہ کرے۔ختم کے بعد اپنے اہل وعیال کو جمع کر کے دعا کرے جس میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرے اور حضور ﷺ پر درود بھیجے۔

ذریعہ معاش بنانا

تلاوت قرآن مجید کو ذریعہ معاش بنانا ممنوع ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں روایت کرتے ہیں:

''جس شخص نے کسی ظالم کے سامنے اس لیے قرآن پڑھا کہ اس سے کچھ مالی منفعت حاصل کرے اور لالچ کرے تو ایسے شخص کو ہر حرف کے بدلے لعنت ملے گی''۔

ایک دوسری حدیث کا مضمون ہے:

''جو شخص قرآن پڑھے اسے چاہیے کہ وہ قرآن کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے کیونکہ آئندہ کچھ لوگ ایسے بھی آنے والے ہیں جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے بھیک مانگیں گے البتہ کوئی شخص یا چند لوگ اپنی خوشی کے ساتھ قرآن پڑھنے والے کے مطالبے کے بغیر اُسے کوئی ہدیہ کرنا چاہیں تو مضائقہ بھی نہیں ہے''۔

رموز اوقاف قرآن

قرآن حکیم عام انسانوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا گیا، اس لیے اس کے اسلوب میں گفتگو کا پیرایہ ملتا ہے، اسی کے پیش نظر علمائے اسلام نے قرآن کے رموز واوقاف وغیرہ مقرر کرنے کا عظیم الشان کام انجام دیا ہے۔ اب ایک عام آدمی بھی قرآن کی تلاوت صحت کے ساتھ کرسکتا ہے۔

چند اہم نشانات

O ۔۔۔۔۔۔وقف تام اور آیت کی علامت، اس پر ٹھہرنا چاہیے۔

م ۔۔۔۔۔۔وقفِ لازم کی علامت، اس پر ٹھہرنا چاہیے البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ اس علامت کے بعد موضوعِ گفتگو جاری رہتا ہے اور ابھی اس سلسلہ کی کچھ بات باقی رہتی ہے۔

ج ۔۔۔۔۔۔اختیاری وقف کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا بہتر اور آگے تلاوت رکھنا جائز ہے۔

ز ۔۔۔۔۔۔ایسے مقامات پر ٹھہرنا نامناسب ہے، یہ وقف مجوز کی علامت ہے۔

ق ۔۔۔۔۔۔یہ ''قیل علیہ الوقف'' کا خلاصہ ہے، یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

ص ۔۔۔۔۔۔یہ وقف مرخص کی علامت ہے، یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی وجہ سے پڑھنے والا ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

صلے ۔۔۔۔۔۔یہ علامت ''الو صل اولی'' کا اختصار ہے یعنی عبارت اگلے ٹکڑے کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔

وقف ۔۔۔۔۔۔اس کے معنیٰ ہیں ٹھہر جاؤ، یہ علامت ان مقامات پر استعمال ہوتی ہے جہاں ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

س ۔۔۔۔۔۔یہ علامت سکتہ کا اختصار ہے یعنی ایسا مختصر وقفہ کہ سانس نہ ٹوٹے۔

لا ۔۔۔۔۔۔اس علامت کے لغوی معنیٰ تو ''نہیں'' کے ہیں، اگر آیت کے اوپر یہ علامت درج ہو تو ٹھہرنے کے باب میں اختلاف ہے، ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کی دونوں صورتوں میں معنیٰ متاثر نہیں ہوتے البتہ جب یہ عبارت کے اندر لکھی ہو تو اس مقام پر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

مقاماتِ احتیاط

1- پارہ نمبر 1 سورۂ فاتحہ
انعمت علیھم
''ت'' پر زبر کی بجائے پیش پڑھنا

2- پارہ نمبر 1 سورۂ بقرہ رکوع:15
واذابتلٰی ابراھیم ربہ ربہ
کی ''ب'' پر پیش کی جگہ زبر پڑھنا

3- پارہ نمبر 2 سورۂ بقرہ رکوع:32
وقتل داود جالوت
داود کے آخری ''د'' پر پیش کے بجائے زبر پڑھنا

4- پارہ نمبر 3 سورۂ بقرہ رکوع:35
واللہ یضعف
حرف عین کی زیر کی جگہ زبر پڑھنا

5- پارہ نمبر 6 سورۂ نساء رکوع:23
رسلا مبشرین و منذرین
منذرین کی ''ذ'' پر زبر پڑھنا

6- پارہ نمبر 10 سورۂ توبہ رکوع:1
ان اللہ بری ء من المشرکین و رسولہ
رسولہ کی لام پر زبر پڑھنا

7- پارہ نمبر 15 سورۂ بنی اسرائیل رکوع:2
وما کنا معذبین
حرف ''ذ'' پر زیر کی بجائے زبر پڑھنا

8- پارہ نمبر 16 سورۂ طٰہٰ رکوع:7
وعصی ادم ربہ
ربہ کے حرف ''ب'' پر پیش پڑھنا

9- پارہ نمبر 17 سورۂ انبیا رکوع 6
انی کنت من الظلمین
کنت کے حرف ''ت'' پر زبر پڑھنا

10- پارہ نمبر 19 سورۃ الشعراء رکوع 11
لتکون من المنذرین
حرف ''ذ'' پر زیر کی بجائے زبر پڑھنا

11- پارہ نمبر 22 سورۂ فاطر رکوع 4
انمایخشی اللہ من عبادہ العلماء
لفظ اللہ کے حرف لام پر پیش پڑھنا

12- پارہ نمبر 23 سورۂ صٰفّٰت رکوع 2
ولقد ارسلنا فیھم منذرین
منذرین کے حرف ''ذ'' پر زیر پڑھنا

13- پارہ نمبر 28 سورۂ حشر رکوع 3
ھو اللہ الخالق الباری ء المصور
المصور کے حرف ''و'' پر زبر پڑھنا

14- پارہ نمبر 29 سورۂ حاقہ رکوع 1
لا یاکلہ الا الخاطئون
دوسرے ہمزہ (ء) پر زبر پڑھنا

15- پارہ نمبر 29 سورۂ مزمل رکوع 1
فعصیٰ فرعون الرسول
فرعون کے حرف ''ن'' پر زبر پڑھنا

16- پارہ نمبر 29 سورۂ مرسلات رکوع 2
فی ظلل و عیون
ظلل کے حرف ''ظ'' پر زبر پڑھنا

17- پارہ نمبر 30 سورۃ النازعات رکوع 2
انما انت منذر من یخشھا
منذر کے حرف ''ذ'' پر زبر پڑھنا ہے

نوٹ

قرآن پاک میں یہ 17 مقام ایسے ہیں کہ جہاں اعراب وحرکات (زیر، زبر، پیش) کی تبدیلی سے

آیات کے معانی اس حد تک بدل جاتے ہیں کہ نوبت کلمۂ کفر وشرک تک جا پہنچتی ہے۔ان مقامات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔

قرآن حکیم ایک نظر میں

ذیل میں ہمارے محترم اسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی محنتوں اور کاوشوں کے ایسے ثمرات پیشِ خدمت ہیں جو اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ قرآنی حقائق کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسے انہوں نے چھان نہ ڈالا ہو۔

پہلی وحی

اقراء باسم ربك الذی خلق

سورۂ علق، آیت 1 تا 5

آخری وحی

واتقو یوماً ترجعون فیه الی الله

سورۃ البقرہ، آیت نمبر 281

یا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت للکم السلام دینا

سورۃ المائدہ، آیت نمبر 3

جملہ کاتبانِ وحی

40 صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین

قرآن حکیم کی کل مدتِ نزول

22 سال 5 ماہ 14 دن

پارے:	30	منزلیں:	7
سورتیں:	114	رکوع:	540

کل آیات: 6666

نوٹ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آیات کی تعداد 6616 ہے۔

سات منازل کی تقسیم

1۔ سورۂ فاتحہ تا سورۂ نساء

2۔ سورۂ مائدہ تا سورۂ توبہ

3۔ سورۂ یونس تا سورۂ نحل

4۔ سورۂ بنی اسرائیل تا سورۂ فرقان

5۔ سورۂ شعرا تا سورۂ یٰسین

6۔ سورۂ والصفت تا سورۂ حجرات

7۔ سورۂ ق تا سورۃ الناس

اقسام آیات

آیاتِ وعدہ	1000
آیاتِ وعید	1000
آیاتِ نہی	1000
آیاتِ امر	1000
آیاتِ مثال	1000
آیاتِ قصص	1000
آیاتِ تحلیل	250
آیاتِ تحریم	250
آیاتِ تسبیح	100
آیاتِ متفرقہ	66
کل آیات	6666

تفصیل حروف قرآن حکیم

ا:	48872
ب:	11428
ت:	1199
ث:	1276
ج:	3273
ح:	973
خ:	2416
د:	5602
ذ:	4677
ر:	11793
ز:	1590
س:	5991
ش:	2115
ص:	2012
ض:	1307
ط:	1277
ظ:	842
ع:	9220
غ:	2208
ف:	8499
ق:	6813
ک:	9500
ل:	3432
م:	36535
ن:	40190
و:	25536
ہ:	19070
لا:	3720
ی:	45919

کل حرکات اعراب

1:	فتحات (زبر)	53223
2:	کسرات (زیر)	39582
3:	ضمات (پیش)	8804
4:	مدات (~)	1771
5:	تشدید (شد)	1274
6:	نقاط (نقطے)	105684

سجدہ ہائے تلاوت

متفق علیہ: 14 مقامات

اختلافی: 1 مقام

تبویب

قرآن مجید کو ابواب میں تقسیم کرنا:

قرآن مجید سے کما حقہ، استفادہ کے لیے ناگزیر ہے کہ قرآن کے بارے میں کچھ ضروری معلومات، کچھ الفاظ جو بار بار استعمال ہوتے ہیں اور دیگر اہم باتیں جن کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کا ہر طالب علم ان سے جانکاری رکھتا ہے۔افادۂ عام کے لئے اس سلسلہ کی ضروری معلومات پیشِ خدمت ہیں۔

''سورت'' کا لفظ ''سور'' سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ فصیل اور شہر پناہ کے ہیں۔فصیل کے ساتھ ذہن میں رفعت وبلندی کا تصور آتا ہے۔عربی زبان میں سورۃ کے معنی رفعت وعظمت کے ہیں۔''السوار'' کنگن کو کہتے ہیں۔اس کی جمع ''اساور'' جنت کے مکینوں کے ذکر میں قرآن میں آئی ہے۔سورۃ الفاطر آیت نمبر 33 ملاحظہ فرمائیں ''وہ باغاتِ دائم نظارہ میں داخل ہوں گے جب کہ سونے کے کنگن اور موتی انہیں پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشمی ہوگا''۔اس معنیٰ کے لحاظ سے سورت کو ''سورت'' اس لئے کہا گیا ہے کہ جس طرح فصیل کی وجہ سے ایک شہر زمین کے دوسرے حصوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو جاتا ہے۔اسی طرح ایک سورت بھی قرآن کے ایک حصے کو دوسرے حصوں سے ممتاز اور علیحدہ کرتی ہے۔اس میں یہ مفہوم بھی پوشیدہ ہے کہ جس طرح شہر پناہ سے شہر محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مختلف ٹکڑوں میں بانٹ کر اس کے الفاظ ومضامین کو محفوظ فرما دیا ہے اور کتابِ مبین کو اس ترتیب کی وجہ سے سہل الحفظ بنا دیا ہے۔علامہ زمخشری نے ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ یہ لفظ اس ''سورت'' سے لیا گیا ہے جس کے

معنے رتبے اور درجے کے ہوتے ہیں۔

دو لحاظ سے یہ نام رکھا گیا ہے کہ سورتیں قرآن میں درجوں اور منزلوں کی طرح ہیں اور قاری قرآن پڑھتے ہوئے منزل بہ منزل اور درجہ بہ درجہ ترقی کرتا جاتا ہے نیز سورتیں لمبائی اور چھوٹائی میں مختلف درجوں پر ہیں یا یہ کہ ہر سورت کا ایک درجہ ہے اور دین میں اس کی وقعت و شان مسلم ہے۔ اس لحاظ سے پہلی وجہ ہی زیادہ معقول اور اقرب ہے۔

لفظ ''سورت'' کا استعمال قرآنِ مجید میں سات مرتبہ ہوا ہے۔ البقرہ سے الناس تک قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ہے اور ان کی ترتیب اس طور پر ہے کہ اس سے قرآن حکیم میں ایک آہنگ پیدا ہو گیا ہے۔ سورتوں کو نبی معظم و محتشم ﷺ نے ہدایتِ ربانی کے مطابق ترتیب دیا ہے اور یہ ترتیب توفیقی ہے اور جس طرح ہر سورت اور ہر آیت کی ترتیب حضور ﷺ کی خاص ہدایات کے مطابق عمل میں آئی ہے اسی طرح پورے قرآن مجید کی ترتیب بھی حضور آقا ﷺ کی ہدایت کے مطابق کی گئی ہے۔ تمام مکتبہ فکر کے علماء اس پر متفق ہیں کہ سورتوں کے نام بھی خود حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق مقرر کیے ہیں۔ سورتوں کے نام بعض اوقات محض سورت کے پہلے لفظ ہی سے ماخوذ ہیں مثلاً طٰہٰ، یٰسین اور ق وغیرہ۔ بعض اوقات سورت کے اندر سے کوئی نمایاں لفظ لے کر سورت کا نام تجویز ہوا ہے مثلاً بقرہ، عنکبوت، زخرف، نمل وغیرہ اور بعض اوقات سورۃ کے اندر بیان کردہ کسی اہم بحث کا نام لیا گیا ہے مثلاً آلِ عمران، نور وغیرہ۔

قرآن مجید کی بعض سورتیں طویل ہیں، بعض متوسط اور بعض مختصر ہیں لیکن جو لوگ قرآنی علوم سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر مختصر سورت بھی اپنے مفہوم و مدعا کے لحاظ سے اپنے دامن میں بے پناہ وسعتیں لئے ہوئے ہے۔ مختصر ترین سورتیں کوثر، العصر اور اخلاص ہیں۔ مکی سورتیں مختصر اور جامع ہیں اور پُر شکوہ الفاظ اور دلنشیں اسلوب پر مشتمل ہیں چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے اور جب سمندروں میں خوفناک شگاف پڑ جائیں گے اور جب قبروں کو کھول دیا جائے گا، ہر نفس جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو اس نے پیچھے چھوڑا۔ اے انسان! تجھے اپنے ربّ کریم کے بارے میں کس چیز نے مغرور بنا دیا ہے جس نے تجھے پیدا کیا، پھر درست کیا، پھر تجھے حسنِ اعتدال بخشا۔ جس صورت میں چاہا تجھے ترکیب دے دیا''۔

(سورۂ انفطار آیت 1 تا 8)

سورۂ تکویر کی آیات 1 تا 21 کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں:

''جب سورج کو لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ اکھاڑ دیے جائیں گے اور جب گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانوروں تک کو جمع کر دیا جائے گا اور جب سمندر بھڑکتی آگ کی طرح بھڑکا دیے جائیں گے اور جب نفوس کو ایک دوسرے سے ملا دیا جائے گا اور جب زمین میں گاڑ دی گئی بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی اور جب عمل کی کتابیں کھول دی جائیں گی اور جب آسمان کو ادھیڑ دیا جائے گا اور جب جہنم شعلہ زن کر دی جائے گی اور جنت جب قریب کر دی جائے گی، ہر نفس جان لے گا جو عمل وہ لایا ہوگا، پس مجھے قسم ہے ان ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جانے والے ہیں، جو مدار میں تیرنے والے ہیں، نگاہوں سے اوجھل ہو جانے والے، قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلنے لگے اور صبح کی جب وہ تازہ دم نکلے، بے شک یہ قرآن عزت والے رسول کا قول ہے، بڑی قوت والا عرش کے مالک کے ہاں مکیں، اطاعت کیا جانے والا امین''۔

اس کے مقابلے میں اکثر و بیشتر مدنی سورتیں طویل اور معاشرے کی تمدنی و سیاسی ضروریات کے مطابق مفصل ہدایات پر مشتمل ہیں لیکن ان میں بھی وہی زورِ فصاحت و بلاغت اور جوشِ کلام پایا جاتا ہے جو مکی سورتوں کا خاصہ ہے۔

طول اور اختصار کے لحاظ سے بھی سورتوں کے مختلف درجے ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں پہلی سات سورتیں یعنی ''بقرہ تا توبہ'' کو ''طوال'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لمبی ہیں۔ ان کے بعد سورتیں ''مئین'' کے ساتھ موسوم ہیں کیونکہ ان سورتوں میں آیات سو سے زیادہ یا قریب قریب ہیں پھر ان کے بعد جو سورتیں آئی ہیں ان کو ''مثانی'' کہا جاتا ہے کیونکہ مئین کے بعد آتی ہیں اور مئین اوائل اور یہ درمیانی ہیں اور یا اس لئے کہ ان کے مضامین مکرر ہیں اور پہلی سورتوں میں سب بیان ہو چکے ہیں۔ اس قسم کی سورتوں میں آیات کی تعداد سو سے کم ہے۔ مثانی کے بعد چھوٹی سورتیں ہیں۔ انہیں مفصل کہتے ہیں۔ اس لئے کہ مفصل کے معنیٰ ہیں محکم کے اور یہ بھی اپنے اختصار کے باوجود محکم اور واضح ہیں۔

آیات

اللہ تعالیٰ نے سورتوں کی شکل میں پورے قرآن مجید کو تقسیم کر کے قرآن مجید کے حفظ اور مطالعہ کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے اور پھر ہماری سہولت اور مضامین کی وضاحت کے لئے سورتوں کی مزید تقسیم کر کے ہر سورت میں آیات کی حد بندی کر دی ہے۔ آیت کے لغوی معنیٰ نشانی کے ہوتے ہیں یعنی واضح علامت اور نشانی۔ راستے کے نشانات جو سفر کی سہولت کے لئے قائم کئے جاتے ہیں انہیں بھی آیات کہتے ہیں۔ قرآنی آیات ہماری منزلِ مقصود (یعنی اللہ) تک ہماری راہنمائی کرتی ہیں۔ ہم انہی کے سہارے لقائے ربّ کی منازل طے کرتے ہیں۔ اس لئے کائنات کی نشانیوں کو بھی آیات اللہ کہا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے تو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور کشتی نوح کو بھی آیت کہا ہے۔ اسی مفہوم کی دوسری قرآن مجید کی سورتوں کے ٹکڑوں کو آیات کہا گیا ہے کہ یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ پوری کتاب اللہ ہی کا کلام ہے، چنانچہ قرآن مجید کا ایک مختصر سے مختصر ٹکڑا بھی اس بات کی طرف ہماری کھلی راہنمائی کرتا ہے یا یوں کہہ لیں کہ یہ آیات عام انسانوں کے لئے راہنما ہیں اور اللہ کے احکام اور اس کی ہدایات اس سے معلوم ہوتی ہیں۔ قرآن مجید پر جن لوگوں نے تدبر کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک قرآن حکیم ذہن انسانی سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس کلام میں، اس کائنات ارض و سما میں اور خود اپنے نفس پر غور و فکر کرے تو اس کو خالقِ فطرت کی ذات کے متعلق بے شمار نشانیاں اور آیات نظر آ سکتی ہیں۔

آیت کی بناوٹ میں جملوں کی بناوٹ اور تکمیل

قرآن مجید، فرقان حمید کا ہم پر کم سے کم حق یہ ہے کہ باوضو ہو کر کثرت سے پڑھا جائے

پیشِ نظر نہیں رہی۔ قرآن حکیم کے بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ ایک جملہ کئی آیات کے بعد مکمل ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت میں کئی مکمل جملے آ جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت کی حد بندی زورِ کلام اور آہنگ کو مدِ نظر رکھ کر کی گئی ہے۔ آہنگ کی تخلیق کا ایک مؤثر ذریعہ قافیہ ہے۔

عربوں کی خصوصاً اور عام انسانوں کی عموماً یہ فطرت ہے کہ وہ مسجع اور مقفّٰی کلام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ عربی زبان و ادب میں اس وقت قافیہ اور سجع کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس لحاظ سے پوری دنیا کی شاعری سے عربی شاعری ممتاز اور منفرد ہے، نیز عربوں کے یہاں مذہبی زبان میں قافیہ کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ اس لئے وزنِ شعری نہ ہونے کے باوجود آیات کے اختتام پر قافیہ اور آہنگ کا ایک عجیب پُر لطف احساس ہوتا ہے۔ اس سے آیات کے حفظ میں بھی بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔ قرآن ہی وہ واحد کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اس کا اعتراف غیروں کے ہاں بھی موجود ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مضمون بر ''قرآن'') اور یہ کتاب سب سے زیادہ سہولت سے یاد کر لی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی عمر کے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں۔

آیات اور حروف کی تعداد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی مطابق قرآن مجید کی آیات کی تعداد 6616 اور حروف کی تعداد 323671 ہے۔

ملاحظہ ہو الاتقان، آیات کی تعداد اور حروف کی تعداد میں بعض اوقات اختلاف نظر آتا ہے وجہ یہ ہے کہ کچھ حضرات بعض کلمات مثلاً بسم اللہ کو ہر جگہ آیت شمار کرتے ہیں، بعض پورے قرآن مجید میں صرف ایک دفعہ۔ اسی طرح بعض دوسری سورتوں کے متعلق بھی اختلاف منقول ہے مثلاً بعض لوگ چند جملوں کو ایک آیت تصور کرتے ہیں اور بعض نے بعض کو حروف شمار کیا ہے اور بعض کو نہیں۔ بہر حال قرآن مجید کی عبارت پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کلمات اور حروف کی تعداد اور ان کے شمار میں اپنے اپنے ذاتی خیال کی بنا پر اختلاف ہو۔ یہ صرف حسابی مسئلہ ہے، الغرض تمام علماء اور محققین اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن میں نہ اس متن سے ایک حرف زیادہ ہے جو حضور ﷺ نے امت کو دیا تھا اور نہ اس میں ایک حرف یا ایک شوشہ کی کمی ہوئی ہے۔ یہاں ہدایت مکمل بھی ہے اور اس کی ہر چیز محفوظ بھی۔

پارے اور رکوع

سورتوں اور آیات کی تقسیم تو خود منجانب اللہ تھی لیکن بعد میں اہل علم اور محققین نے قرآن مجید کو پورے تیس حصوں میں تقسیم کر دیا جس کو پارہ یا جز کہا جاتا ہے۔ پھر ہر پارے کو مزید تقسیم کر کے رکوع بنا دیے گئے۔ ایک پارہ میں پندرہ سے بیس تک رکوع ہوتے ہیں اور ایک رکوع میں کم و بیش دس آیات ہوتی ہیں۔ پورے قرآن میں رکوع کی تعداد پانچ سو چالیس ہے۔ قرآن مجید کی یہ تقسیم چونکہ بعد میں اہل علم نے کی ہے، لہٰذا پارہ اور رکوع کی علامت کو باہر حاشیہ میں لکھا جاتا ہے۔ متن کے اندر یہ علامات درج نہیں ہوتیں۔ قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کرنے میں جو مقصد کارفرما ہے وہ یہ کہ ہر مسلمان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔ عام لوگ چونکہ متعین نہ کر سکتے تھے اس لئے اہل علم نے قرآن مجید کو تیس حصوں میں تقسیم کر دیا تا کہ ایک مسلمان قرآن مجید کے تمام مضامین کو ہر ماہ میں کم از کم ایک بار ذہن نشین کر لے۔

حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اقرا القرآن فی شھر ''قرآن مجید کو ایک ماہ میں پڑھا کرو'' نیز بخاری شریف کی روایت ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے پورے رمضان میں ہر رات آ کر ملتے تھے اور اس ملاقات میں آپ ﷺ انہیں قرآن مجید سنایا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث کا منشا یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطالعہ کے لیے کم از کم مدت ایک ماہ ہے۔ اس لئے اہل علم نے قرآن مجید کو مقدار کے لحاظ سے تیس حصوں میں تقسیم کیا۔ اس تقسیم میں معنیٰ اور مضمون کا لحاظ نہیں رکھا گیا لیکن رکوع کی تقسیم میں معنیٰ، تعداد آیات اور مضمون تینوں کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ اگر آیات لمبی ہیں تو ایک رکوع کم آیتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ رکوعات کی تقسیم کے وقت یہ بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ ایک مسلمان عام طور پر نماز میں کس قدر تلاوت کرتا ہے۔ ایک ٹکڑے کا نام غالباً اس لئے بھی رکوع رکھا گیا ہے کہ نماز میں قیام کے بعد رکوع آتا ہے اور یہ مناسب ہے کہ اس مقدار کے بعد رکوع ہو۔

کہا جاتا ہے کہ یہ تقسیم خلافتِ راشدہ کے بعد حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ہوئی لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض اہلِ علم کو ایک ہفتہ میں نہ صرف قرآن مجید کی تلاوت کی اجازت دے دی تھی بلکہ یہ منزلیں خود حضور ﷺ نے متعین فرما دی تھیں اور سارے صحابہ کو معلوم تھیں۔

نزول وحی

حضور ﷺ کی وفات سے کچھ دن پہلے تک نزول وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسی ضرورت اور موقع محل ہوتا اس اعتبار سے وحی کا نزول ہوتا۔ حالات کے لحاظ سے جس قسم کی ہدایات درکار ہوتیں وحی کے ذریعہ ان سے مطلع کر دیا جاتا۔ اس طرح تیرہ سال تک مکہ میں، پھر ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ شریف میں قرآن نجماً نجماً نازل ہوتا رہا اور یوں 23 سال کے عرصہ میں نزولِ وحی کی تکمیل ہوگئی۔ روایات کے مطابق مکی دور دو شنبہ 17 رمضان 13 ق ھ سے شروع ہوتا ہے اور یک شنبہ 11 ربیع الاول 1 ھ پر ختم ہوتا ہے۔ کل 4424 دن ہوئے جن میں ہجرت کے 11 دن بھی شامل ہیں۔ مدنی دور دو شنبہ بارہ ربیع الاول 1 ھ سے شروع ہوتا ہے یہ زمانہ 3435 دنوں پر مشتمل ہے۔

قرآن کے بعض حصے چونکہ مکہ میں اور بعض مدینہ میں نازل ہوئے۔ اس بنا پر سورتوں کی مکی و مدنی تقسیم معروف ہے۔ ظاہر اور عام تعریف کے مطابق جو حصہ مکہ شریف میں نازل ہوا وہ مکی ہے اور جو مدینہ شریف میں اترا وہ مدنی ہے لیکن صحیح تعریف اور واضح تعین یہ ہے کہ ہجرتِ مدینہ سے پہلے جو وحی الٰہی (قرآن) نازل ہوئی وہ مکی ہے خواہ اس کا محل نزول (جس جگہ وہ نازل ہوئی) کچھ ہی رہا ہو اور ہجرتِ مدینہ کے بعد قرآن کا جو حصہ نازل ہوا وہ مدنی ہے (خواہ اس کا محل نزول بھی کچھ ہی رہا ہو)۔

مکی سورتیں

الفاتحہ، انعام، اعراف، یونس، ہود، یوسف،

ابراہیم، حجر، نحل، بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء، مومنون، فرقان، شعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، سبا، فاطر، یٰسین، صٰفّٰت، ص، زمر، مومن، حٰمٓ سجدہ، شوریٰ، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، ق، ذاریات، طور، نجم، قمر، واقعہ، طلاق، ملک، قلم، حاقہ، معارج، نوح، جن، مزمل، مدثر، قیامہ، مرسلات، نباء، نازعات، عبس، تکویر، اقطار، مطففین، انشقاق، بروج، طارق، اعلیٰ، فجر، بلد، شمس، لیل، الضحیٰ، الم نشرح، تین، علق، قدر، بینہ، قارعۃ، تکاثر، عصر، ہمزہ، فیل، قریش، ماعون، کوثر، کافرون، لہب، اخلاص، فلق، الناس۔

مدنی سورتیں

بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انفال، توبہ، رعد، حج، نور، احزاب، محمد، فتح، حجرات، رحمان، حدید، مجادلہ، الحشر، ممتحنہ، صف، جمعہ، منافقون، تغابن، تحریم، دہر، زلزال، نصر

نوٹ: جو سورتیں بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہیں ان کی تعداد 65 ہیں اور جو بالاتفاق مدینہ میں نازل ہوئیں ان کی تعداد 18 ہے اور جن سورتوں کے مقامِ نزول کے بارے میں اختلاف ہے ان کی تعداد 31 ہے۔

مکی سورتیں (متفق علیہ):	65
مدنی سورتیں (متفق علیہ):	18
مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں اختلافی سورتیں:	31
کل سورتیں:	114

اصولی طور پر مکی اور مدنی سورتوں کا پس منظر، اسلوب، طرزِ بیان اور آہنگ ایک دوسرے سے مختلف ہے، جہاں تک مکی دور کا تعلق ہے وہاں بعثت کے بعد چار پانچ سال کی تبلیغ کے نتیجہ میں آخر چار یا پانچ آدمی نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کر کے امتِ مسلمہ کے لئے تیار ہوئے لیکن چونکہ مکہ کی کثیر تعداد جہالت یا آبائی طریقہ کی اندھی تقلید وعصبیت کے سبب مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی اس لئے اسلامی تحریک جہالت کے سبب جاں گسل کشمکش سے نبرد آزما تھی جس کا سلسلہ آٹھ نو سال تک چلتا رہا لیکن کفار کی شدید اور روز افزوں مزاحمت کے باوجود یہ تحریک پھیلتی چلی گئی حتیٰ کہ مکہ میں کوئی خاندان ایسا نہ رہا جس کے کسی فرد نے اسلام قبول نہ کر لیا ہو۔ ان حالات کے دوران اللہ تعالیٰ حسبِ موقع اور ضرورت اپنے نبی پر وحی نازل فرماتا رہا اور دعوت کو ہر منزل اور اس کی وسعت وتنوع کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے آنے والے پیغامات میں بھی مضامین کا تنوع بڑھتا گیا۔ تمام مکی سورتیں اصولی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ زیادہ زور عقائد اور اخلاقیات پر دیا گیا ہے چنانچہ ان میں توحید، رسالت، معاد، تقویٰ، تبلیغ کے طریقے، صبر وثبات، انفاق فی سبیل اللہ، راہِ حق سے منہ موڑنے والوں کا انجام اور اس کی مثالیں، کفار اور مشرکین کے شبہات والزامات اور ان کے جوابات وغیرہ بڑی خوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورتیں مختصر اور پُر جوش خطبوں کی صورت میں ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بلیغ فقروں میں مطالب کی ادائیگی پُر تاثیر ہے۔ خطاب کے لحاظ سے عموم پایا جاتا ہے اور اکثر پوری انسانیت کو مخاطب کیا اور جھنجھوڑا گیا ہے۔

مدینہ پہنچ کر اسلامی دعوت ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ مکہ میں تو معاملہ صرف اصولِ دین کی تبلیغ اور دین قبول کرنے والوں کی اخلاقی تربیت تک محدود تھا مگر جب ہجرت کے بعد عرب کے مختلف قبائل کے وہ سب لوگ جو اسلام قبول کر چکے تھے اور انصار کی مدد سے ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی تو اللہ تعالیٰ نے تمدن، معاشرت، معیشت، قانون اور سیاست کے متعلق ہدایات دینا شروع کیں اور یہ بتایا کہ اسلام کی اساس پر یہ نیا نظامِ زندگی کس طرح تعمیر کیا جائے۔

مدنی سورتیں عموماً طویل ہیں۔ اخلاق، تہذیب و تمدن اور ریاست کے عظیم مسائل سے بحث کرتی ہیں۔ جزئی اور تفصیلی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ فصاحت و بلاغت کی وہی شان ہے جو مکی سورتوں میں پائی جاتی ہے۔ تہذیب، تمدن اور عبادات و معاملات کے مباحث زیادہ ہیں۔ عقائد کا بیان بہت کم ہے۔ خطاب میں بھی عموم کم اور خصوص زیادہ ہے۔

نبی محترم و معظم ومحتشم ﷺ نے تیئس سال کے عرصہ میں پورے حسن اور خوبی کے ساتھ اپنے عظیم مشن کی تکمیل کی۔ یہاں تک کہ وہ تاریخی دن آیا جب کہ آپ نے لوگوں سے گواہی لی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے مبارک صحرا میں انسانوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر اور جمِ غفیر تھا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا لوگو! قیامت کے دن تم سے میری بابت بھی دریافت کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے بیک آواز کہا: ''ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچا دیے۔ آپ ﷺ نے رسالت اور نبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے ہم کو کھوٹے اور کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا''۔

اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت کو اٹھایا۔ آپ ﷺ آسمان کی طرف انگلی کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے:

''اے خدا سن لے، اے باری تعالیٰ گواہ رہنا، اے اللہ شاہد رہنا، یہ سب کیا صاف اقرار واظہار کر رہے ہیں؟''۔ اسی موقع اور جگہ سورۃ المائدہ کی اس آیت کا نزول ہوا جس کا ترجمہ یوں ہے:

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا''۔

علماء کے ایک حلقے کے نزدیک یہ آخری وحی ہے۔ اس کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور بعض علماء کا خیال ہے کہ سورۂ بقرہ کی یہ آیت آخری وحی تھی جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے:

''اور ڈرو اس دن سے کہ تمہیں پھیر دیا جائے گا اس میں اللہ کی طرف، پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے''۔

اس روایت کے مطابق اس کے بعد حضور ﷺ صرف اکیاسی یا اکیس یا سات دن زندہ رہے۔ اگر اس کو آخری وحی بھی مان لیں تب بھی معلوم ہوگا کہ حضور ﷺ نے اپنے مقصدِ بعثت کو پوری طرح مکمل کر دیا اور بنی نوع انسان کو مذہب و اخلاق کے زیور سے آراستہ کر کے اس قابل بنا دیا کہ قیامت کے روز اپنے خالق و مالک ربّ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔ اس طرح حرا سے جس داستانِ ہدایت کا آغاز ہوا تھا۔ اس کا آخری باب مکمل ہوا۔

(جاری ہے)

فجر کے وقت تلاوتِ قرآن کی فضیلت بھی قرآن حکیم میں آئی ہے

حضرت حسین بن منصور حلاج

ڈاکٹر منظور حسین اختر

شہید محبت، پیکر سوز و مستی، کشتہ عشق حقیقی، آشنائے اسرار و حقائق معرفت، صاحب احوال و مقامات اصطلم، مخیر، حضرت ابوالمغیث، ابوالمعین، ابوالمخیر، ابوعبداللہ اور صلاح الاسرار حضرت حسین بن منصور حلاج کی پیدائش 858ء کو فارس کے شمال مشرق میں واقع ایک قصبہ الطور میں ہوئی۔

عمر کا ابتدائی زمانہ عراق کے شہر واسط میں گزرا پھر اہواز کے ایک مقام تستر میں سہل بن عبداللہ اور پھر بصرہ میں عمرو مکی سے تصوف میں استفادہ کیا۔ 264ھ میں بغداد آ گئے اور جنید بغدادی کے حلقۂ تلمذ میں شریک ہو گئے۔ عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں بسر کیا بہت سے ممالک کے سفر کیے جن میں مکہ، خراسان شامل ہیں۔

آپ کا کلام فصاحت و بلاغت سے مالا مال تھا، ان کلمات کی وجہ سے بہت سے علماء و مشائخ نے آپ کے کلمات پر اعتراض کیا ہے اور انا الحق کے نعرہ لگانے پر 297ھ/ 909ء میں ابن داؤد الاصفہانی کے فتوے کی بنیاد پر پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے۔ 301ھ میں دوسری مرتبہ گرفتار ہوئے اور آٹھ سال مسلسل اسیر رہے۔ 309ھ میں مقدمے کا فیصلہ ہوا اور 18 ذیقعد کو سولی دے دی گئی۔ وفات کے بعد علماء کے ایک گروہ نے کافر و زندیق قرار دیا اور دوسرے گروہ نے انھیں ولی اور شہید حق کہا۔

جن میں رومی اور شیخ فرید الدین عطار، ابن عطاء عبداللہ خفیف، شبلی، ابوالقاسم نصر آبادی، سید مخدوم ابوالحسن الہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہم جیسے مشاہیر نے آپ کے کلام کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے، شیخ ابوالقاسم گرگانی شیخ بوعلی فارمدی، امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہم تو آپ کے قریبی احباب میں سے تھے اور آپ کے اسرار و رموز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور پھر اس کی ترجمانی بھی کرتے تھے۔ حضرت ابوالقاسم قشیری جیسے دوسرے مشائخ نے آپ کے کلام کو ساحرانہ قرار دیا تھا۔

بعض ظاہر بین علماء نے آپ کی گفتگو کو کفر سے تعبیر کیا، بعض نے آپ کو حلولی قرار دیا، لیکن جسے توحید کے رموز و اسرار سے واقفیت تھی، وہ اسے حلول نہیں کہہ سکتا، چنانچہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ الغفار نے آپ کے کلام کو عین توحید قرار دیا ہے اور فرمایا مجھے اس شخص پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ایک درخت سے انی ان اللہ کی آواز کو توحید پر منطبق کرے اور جب یہی آواز حسین منصور سے آئے تو اسے کفر قرار دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات کریں تو **ینطق الحق علی لسان العمر** (اللہ تعالیٰ عمر کی زبان سے بات کرتا ہے) کو توحید خیال کریں مگر یہی بات حسین ابن منصور کی زبان سے نکلے، تو اسے حلول اور الحاد سے تعبیر کیا جائے۔

حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے کائنات ارضی کی سیاحت کی، مخلوق خدا کو اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے، سولہ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے استفادہ کیا۔ بغداد آئے مشائخ بغداد سے استفادہ کیا، بصرے پہنچے، علماء و مشائخ سے گفتگو رہی، ابوعثمان عمرو مکی سے تعلق پیدا کیا، اور ایک عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے، حضرت ابویعقوب الاقطع آپ کی ذہانت و کمالات سے اتنے متاثر تھے کہ اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی، حضرت ابوعثمان نے علم حقائق میں ایک کتاب لکھی تھی، وہ جن اسرار و رموز تصوف پر مشتمل تھی، وہ علماء ظاہر کے لیے ناقابل فہم تھے، آپ نے اس کتاب کو ایک عرصہ پوشیدہ رکھا، حسین بن منصور نے بڑی جرأت کر کے اس کتاب کے مسائل کو منبروں پر کھڑے ہو کر بیان کرنا شروع کیے، عام علماء کی مجالس میں بیان کیے لوگوں میں واقعی ایک شور برپا ہونے لگا، لوگوں نے حسین منصور تو کیا، ابوعثمان عمرو کے بھی خلاف ہو گئے، حضرت ابوعثمان ان رموز کے افشاء پر حضرت حسین منصور سے سخت ناراض ہوئے اور اپنی مجالس سے علیحدہ کر دیا، ساتھ ہی جلال میں آ کر فرمایا: اللہ حسین کی زبان اور دست و پا کو قطع کر دے اور کوئی ایسا شخص پیدا کرے جو اسے تختۂ دار پر کھڑا کرے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حسین منصور بغداد آئے حضرت جنید بغدادی کی محفل میں ان مسائل پر گفتگو کی مگر آپ نے آپ کے خیالات کو قبول نہ فرمایا، بغداد کو چھوڑ کر تستر میں ایک سال تک قیام کیا، آپ کسی ظاہر بین عالم کی بات کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور اپنے خیالات کا برملا اظہار کرتے جاتے تھے بعض حلقوں میں آپ کے خلاف حسد پیدا ہو گیا اور اختلاف کی آگ بھڑکنے لگی، آپ وہاں سے خراسان میں آ گئے اور پورے پانچ سال تک عام لوگوں سے پوشیدہ رہے۔ پانچ سال بعد قاداں میں آئے اور چند کتابیں تصنیف کیں، اہواز کے علماء سے گفتگو کی، ان کی اس گفتگو نے ان علاقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی، لوگ آپ کے گرویدہ ہونے لگے، حتی کہ آپ کو حلاج الاسرار کہا جانے لگا، آپ بصرہ گئے اور پھر حرمین الشریفین حاضر ہوئے، حرم میں حضرت ابویعقوب نہر جوری نے آپ کو جادوگری سے منسوب کیا، آپ پھر بصرہ میں آئے اور وہاں سے اہواز پہنچے، کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان (پاک و ہند) میں آئے اور ایک عرصہ تک علماء مشائخ ہند سے ملاقاتیں کرتے رہے اور خلق کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں مصروف رہے، پھر ماوراء النہر، چین میں جا کر بڑی گراں قدر کتابیں تصنیف کیں، جب آپ واپس آئے تو مختلف ممالک کے علماء کرام اور مشائخ نے آپ کو خط لکھنے اور بعض رموز تصوف دریافت کرنے شروع کیے، ہندوستان والے آپ کو ابوالمغیث کے لقب سے یاد کرتے، چین والے آپ کو ابوالمعین قرار دیتے، خراسان کے علماء ابوالمخیر کہہ کر خطاب کرتے، فارس کے خطوں میں آپ کو ابوعبداللہ کہہ کر مخاطب کیا جاتا، خراسان کے خطوں میں صلاح الاسرار کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، بغداد میں آپ کا نام اصطلم تھا اور بصرہ والے آپ کو مخیر کہہ کر یاد کرتے۔ آپ کچھ عرصہ بعد مکہ مکرمہ چلے گئے۔ دو سال تک حرم پاک کی مجاوری کی سعادت حاصل کی، بہت سے احوال حقیقت آپ پر ظاہر ہوئے، واپس آ کر مخلوق کو پھر دعوت فکر دی، چونکہ لوگ آپ کے ان احوال و مقامات سے واقف نہ تھے، آپ کی مخالفت بڑھنے لگی اور آپ کو پچاس شہروں سے نکال دیا گیا۔

حلاج آپ کو اس لیے کہا کرتے تھے کہ ایک بار آپ

آپ نے فرمایا: میرا اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے، جسے تختۂ دار پر ہی ظاہر کیا جائے گا

روئی کے ایک ڈھیر کے قریب سے گزرے، ایک نگاہ کی تو روئی اور بنولے علیحدہ علیحدہ ہوگئے، اس دن سے آپ کو حلاج کہا جانے لگا۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر نے آپ کے نام کی ایک اور توجیہ لکھی ہے کہ آپ کو ایک دُھنیے سے دوستی تھی ہر وقت اس کے پاس وقت گزارتے ایک دن اس دُھنیے نے ازراہ محبت آپ کو روئی اور بنوے علیحدہ کرنے پر لگا دیا تو آپ نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ تمام بنوے روئی سے جدا ہوکر علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ آپ کے انداز کلام سے حق و باطل بھی علیحدہ علیحدہ ہوگیا تھا۔ اس دن سے آپ کا نام حلاج پڑ گیا۔

حضرت حسین رات دن میں چار سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اتنی عبادت کو اپنے لیے فریضہ تصور کرتے، لوگوں نے آپ کو پوچھا آپ جس مقام پر فائز ہیں، اتنی عبادت اور ریاضت کی کیا ضرورت ہے، آپ فرماتے: رنج و راحت کا دستور پر کچھ اثر نہیں ہوتا، یہ فانی لوگ ہوتے ہیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پچاس سال کی عمر میں ہزار سال کی نمازیں ادا کی ہیں اور ہر نماز فرض سے پہلے غسل کیا ہے۔

حضرت رشید سمرقندی فرماتے ہیں کہ ایک بار حسین منصور اپنے چار صد ہم خیال صوفیاء کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں یہ قافلہ راستہ بھول گیا اور ایک نامعلوم وادی میں جا پہنچا، کھانے کی کمی ہوئی، چار دن تک سارے لوگ بھوک سے بے حال ہونے لگے تو آپ سے خوراک کا مطالبہ کیا، آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور صف بستہ ہوجاؤ، جب سب صف بستہ ہوگئے، آپ ہاتھ سے ہر ایک کے سامنے دو روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت رکھتے جاتے۔ اس طرح چار سو افراد کے لیے کھانا مہیا کیا، جب کھانے سے فارغ ہوئے تو کھجوریں آگئیں اور وادی کے ایک ہی درخت کو جھاڑ کر اتنی کھجوریں حاصل ہوئیں کہ چار سو افراد سیر ہوگئے، دوران سفر آپ جس درخت سے پشت لگاتے میوہ زمین پر گرتا اور لوگ پیٹ بھر کر کھاتے، ایک وقت ایسا آیا کہ صحرا میں کوئی درخت نہ تھا، آپ نے کھڑے ہوکر دوستوں کو کہا اب مجھے ہلاؤ، دوستوں نے آپ کو ایسا ہلانا شروع کیا، جیسے درخت کو جھاڑا جاتا ہے، اتنی کھجوریں گریں کہ سب سیر ہوگئے۔

ایک دفعہ دوستوں نے انجیر کھانے کا مطالبہ کیا، اسی وقت آسمان سے انجیر کے طباق گرنے لگے، احباب کے سامنے چنے گئے، جنہوں نے پیٹ بھر کر کھائے۔

ایک دن آپ ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ ایک بچھو آپ کے گرد اگرد چکر لگا رہا تھا، آپ کے ایک دوست نے دیکھا تو بچھو کو مارنے دوڑا، آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا بارہ سال ہوئے ایسی کئی چیزیں میری رفیق زندگی رہی ہیں، بچھو تو میری گودڑی میں آشیانہ بنائے رہتے ہیں۔

جب آپ پر سکر وحدت کا غلبہ ہوا تو آپ درجہ فنافی الفناء پر فائز ہوئے ہر وقت کلمۂ انا الحق کہتے رہتے تھے، لوگوں کی زبانیں آپ کے خلاف کھلنے لگیں، خلیفہ بغداد کو بھی یہ خبر پہنچی، علماء ظاہر بیں نے آپ کو قتل کردینے کا فتویٰ دیا، محمد داود نامی شخص اور دوسرے کئی گروہ آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، علماء فقہا نے احتجاج کیا، خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کو قتل کرنے پر آمادہ کیا، انہی دنوں حضرت حسین سید الطائفہ جنید بغدادی کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، زور سے دستک دی، آپ نے کہا کون ہے؟ حسین بن منصور نے کہا: انا الحق (میں اللہ ہوں) آپ نے فرمایا: ایسا نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ ہوالحق (وہ اللہ ہے) کہا، ہاں وہ ہمہ اوست ہے، مگر آپ کہتے ہیں کہ اللہ گم ہے حالانکہ حسین ابن منصور گم ہے اللہ تو موجود ہے، باقی ہے حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ تم تختۂ دار کو اپنے خون سے رنگین کرو گے، آپ نے فرمایا: ہاں، مگر اس وقت جب آپ باطنی لباس سے عاری ہوکر ظاہری لباس زیب تن کرلیں گے۔

علماء ظاہر بین حسین بن منصور کے خلاف فتویٰ قتل لے کر خلیفہ وقت کے پاس گئے، خلیفہ نے کہا: جب تک حضرت جنید اس فتویٰ کی تائید و تصدیق نہیں کریں گے میں اس کے قتل کا حکم نہیں دوں گا، چنانچہ علماء کرام حضرت جنید قدس سرہ کی خدمت میں گئے اور اصرار کیا وہ اس فتویٰ کی تصدیق فرمادیں، آپ حجرے سے نکلے صوفیاء کا لباس اتارا، علماء کی خلعت زیب تن کی اور اس فتویٰ پر لکھا **نحکم بالظاھر** (ہم ظاہر پر فتویٰ دیتے ہیں) علماء اس فتویٰ کو لے کر علی بن عیسی وزیر کے پاس گئے اس نے حسین ابن منصور کو بلا کر قید خانے میں محبوس کردیا، آپ ایک سال تک قید خانے میں رہے۔ لوگ آپ کو ملنے جاتے، مسائل دریافت کرتے، حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے، آخر کار عام لوگوں کو آپ سے ملنے پر پابندی لگادی گئی اور پانچ ماہ تک آپ کے پاس کوئی نہ گیا، صرف ابن عطاء اور عبداللہ بن خفیف ایک ایک بار ملاقات کو گئے۔ زندان میں پہلی رات حضرت کو رکھا گیا تو رات کو غائب تھے، سارا جیل خانہ تلاش کر مارا مگر آپ کہیں نظر نہ آئے، دوسری رات قیدی تو کیا قید خانہ ہی غائب تھا، آخر کار تیسری رات حضرت کو قید خانہ میں موجود پایا، پوچھا کہ آپ کہاں تھے؟ آپ نے کہا: پہلی رات تو میں اللہ کے پاس تھا، اور دوسری رات اللہ میرے پاس تھا، یہی وجہ ہے کہ قید خانہ بھی غائب تھا، اب مجھے اس لیے واپس بھیج دیا گیا ہے کہ احترامِ شریعت برقرار کروں۔ حسین ابن منصور جیل خانے میں ہر رات ایک ہزار رکعت نماز ادا کیے کرتے تھے۔

جن دنوں حسین قید خانہ میں تھے تو آپ کے تین اور ساتھی بھی قید میں تھے، آپ نے انہیں بلایا اور مجھے تمہاری بے قراری اور گھبراہٹ دیکھی نہیں جاتی، اگر تم لوگ چاہو تو تمہیں آزاد کردوں، انہوں نے کہا: آپ تو خود قید میں ہیں، آپ کس طرح آزاد کرا سکتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہم لوگ شریعت کے احترام کے پابند ہیں، ہم اسی رشتہ میں پابند ہیں، آپ نے ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ٹوٹ گئیں، دروازے کھل گئے، ہر دیوار سے دروازے کھل گئے، آپ نے فرمایا: ہر قیدی آزاد ہے، لوگوں نے کہا: آپ خود کیوں نہیں آرہے، آپ نے فرمایا: میرا اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے، جسے تختۂ دار پر ہی ظاہر کیا جائے گا، دوسری صبح جیل کے محافظ آئے اور آپ سے دریافت کرنے لگے کہ دوسرے قیدی کہاں ہیں، آپ نے فرمایا: وہ تو رہا ہو چکے ہیں، انہوں نے کہا آپ کہاں تھے فرمایا: میں تو یہاں ہی تھا مگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہے اور وہ ناراضگی تختۂ دار پر آنے کے بغیر دور نہیں ہوسکتی، یہ خبر خلیفہ وقت کو پہنچی تو کہنے لگا، اس شخص کے زندہ رہنے سے ملک میں فتنہ پھیلنے کا خدشہ ہے، اسے یا تو قتل کردو یا اتنا مارو کہ آئندہ اس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ انہوں نے آپ کو باہر نکال کر مارنا پیٹنا شروع کردیا اور کہتے ہیں آپ کو تین سو ضربیں لگائی گئیں، ہر ضرب پر آواز آتی تھی:

یا ابن منصور! لاتخف ھذا معراج الصدیقی

''اے ابن منصور ڈرو نہیں یہ مقام صادقین کی معراج کا ہے''۔

ادھر حضرت منصور ہر ضرب پر انا الحق کا نعرہ لگاتے، آپ کو اس ابتلا میں بھی کامیاب پایا، تو آپ کو تختۂ دار پر لے گئے۔

چشم دید گواہوں نے بیان کیا ہے کہ اس منظر کو دیکھنے کے لیے ایک لاکھ لوگ موجود تھے، حسین ابن منصور آنکھ کھولتے اور آواز دیتے حق حق حق انا الحق۔ ایک درویش اس مجمع میں سے آگے بڑھا اور آپ کو پوچھنے لگا: حضرت عشق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آج دیکھ لو گے پھر کچھ کل دیکھو گے اور پھر پرسوں دیکھو گے!! اس دن آپ کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا دوسرے روز آپ کی نعش کو جلایا گیا، تیسرے دن آپ کی مٹی کو اڑایا گیا۔

حسین ابن منصور راستے میں جا رہے تھے، ان کی ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی زنجیروں کا بوجھ بہت زیادہ تھا اور آپ خوش خوش ٹہل رہے تھے لوگوں نے پوچھا: آپ کس لیے خوش خرامی کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: میں تو معراج پر جا رہا ہوں، تختۂ دار کے قریب پہنچے، باب الطاق تک پہنچے تو تختۂ دار کو چوما، اپنا پاؤں سیڑھی پر رکھا تو آپ کے عقیدت مندوں نے دریافت کیا کہ اپنے منکروں اور عقیدت مندوں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا: منکر لوگ مجھے سنگسار کریں گے تو ہر ایک کو دو طرح کا ثواب ہوگا، اگر پتھر ماریں گے تو ایک ثواب ملے گا کیونکہ تم لوگ تو مجھ سے عقیدت رکھتے ہو اور حسن ظن میں گرفتار ہو مگر وہ لوگ محض اتباع شرع اور توحید کے جذبہ میں سنگباری کریں گے، یہ کہتے ہوئے سولی کی سیڑھی پر جا چڑھے، اسی اثناء میں آپ کی نگاہیں شیخ شبلی پر پڑیں، انہوں نے بلند آواز سے کہا: **حسین الم تنھک عن العالمین** (کیا میں تمہیں لوگوں سے منع نہیں کیا کرتا تھا) آپ نے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہ تو بہت کم تر بات ہے اور اس سے بلند تر مقام کو ابھی تک آپ نہیں پا سکے، چنانچہ لوگوں نے آپ پر سنگباری شروع کر دی، حضرت شبلی نے بھی اتباع شریعت میں ایک پھول پھینکا، حسین منصور کے منہ سے آہ نکلی! حضرت شبلی نے کہا: سب لوگ پتھراؤ کر رہے ہیں، مگر آپ خاموش رہے، میرے پھول پر آپ نے آہ کر دی ہے، آپ نے فرمایا: وہ جانتے نہیں، معذور ہیں، اندھے ہیں، مگر تم سب کچھ جانتے ہوئے پھول پھینکتے ہو مجھے درد ہوا، اسی میدان میں جلاد آگے بڑھے آپ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے تو مسکرائے، لوگوں نے پوچھا کہ یہ تبسم کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: عالم بالا تک پہنچنے کے لیے بس ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خون آلود ہاتھوں کو اپنے چہرے پر ملا اور کہا: میرے چہرے کی زردی اس خون سے سرخی میں تبدیل ہو رہی ہے، میں اللہ کی بارگاہ میں سرخ رو ہو کر جانا چاہتا ہوں، لوگوں نے پوچھا یہ اپنی کلائیوں کو خون آلود کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: میں نماز عشق ادا کرنے کے لیے وضو کر رہا ہوں" جلادوں نے آپ کی آنکھیں نکال دیں، مجمع میں کچھ لوگ آہ وفغاں کرنے لگے، کچھ سنگ باری کرنے لگے، اب جلادوں نے آپ کی زبان کاٹنا چاہی، آپ نے فرمایا: مجھے چند باتیں کرنے دو۔ آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہا اے میرے اللہ! یہ لوگ تیرے لیے مجھ پر جس قدر سختیاں کر رہے ہیں وہ ان کی دانست کے مطابق درست ہے، اگر انہوں نے میرے ہاتھ پاؤں کاٹے ہیں تو تیرے حکم کی تعمیل میں کاٹے ہیں اگر میرا سر تن سے جدا کر رہے ہیں تو تیرے جلال کے مشاہدے میں کر رہے ہیں۔ جلادوں نے آپ کے کان اور ناک کاٹ ڈالے، لوگوں نے پھر پتھر برسانے شروع کر دیے، حضرت حسین ابن منصور نے جو آخری بات کی وہ یہ تھی:

حب الواحد! افراد الواحد! حب الواحد افراد الواحد

پھر ایک آیت کریمہ پڑھی:

یستعجل بھا الذین لا یومنون بھا والذین امنوا مشفقون منھا ویعلمون انہ الحق!

اس کے بعد آپ کی زبان کاٹ لی گئی۔ شام کے وقت خلیفہ کا حکم پہنچا کہ اگر حضرت منصور نے انا الحق کہنے سے توبہ نہیں کی تو اس کی گردن کاٹ دی جائے، سر کاٹ دیا گیا، آپ نے ایک قہقہہ لگایا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی، اس طرح آپ نے اپنی قضا کو اللہ کی رضا کے حوالے کر دیا، حاضرین نے سنا کہ آپ کے ایک ایک عضو سے انا الحق انا الحق کی آواز آ رہی ہے۔ آپ کا ایک ایک عضو علیحدہ کر دیا گیا، خون کے قطرے قطرے سے صدائے انا الحق انا الحق سنائی دی جانے لگی، آپ کے جسم کو جلا دیا گیا مگر خاکستر کے ایک ایک ذرہ سے صدائے ان الحق سنی جاتی رہی، تیسرے دن آپ کی خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا، دریا میں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور وادیٔ دجلہ انا الحق کے شور سے گونج اٹھی۔

کہتے ہیں کہ آپ نے تختہ دار پر آنے سے پہلے اپنے ایک محرم راز کو بتایا تھا کہ جب آپ کی خاکستر دریائے دجلہ میں پھینکی جائے گی تو دوسرے دن دریائے دجلہ میں ایک طوفانی سیلاب آئے گا اور اس کی موجیں بغداد شہر کی دیواروں سے ٹکرانا شروع کر دیں گی، اس وقت میری یہ گودڑی دریا کے سامنے لے جا کر کہنا، دجلہ تجھے حسین ابن منصور کی اس گودڑی کے پیش نظر شہر سے ہٹ جانا چاہیے، واقعتاً ایسا ہی ہوا، اس دوست نے حضرت کی گودڑی سامنے کی اور اس طرح دریائے دجلہ کا رُخ بدل گیا، سیلاب تھم گیا اور شہر بغداد بچ گیا۔ اتنے ظلم وستم کے باوجود حضرت حسین ابن منصور کے باقی ماندہ اعضاء اور خاکستر کو جمع کیا گیا اور عقیدت مندوں نے آپ کا ایک مزار تعمیر کرایا، بزرگان طریقت فرماتے ہیں کہ طریقت میں جو مقام حضرت حسین ابن منصور کو میسر ہوا اور فتوحات کے جو دروازے کھلے وہ دوسرے اولیاء طریقت پر بہت کم ہوئے ہیں۔

شیخ عباس طوسی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میدان عرفات میں آپ کو پابہ زنجیر لایا جائے گا اگر کھلا لایا جاتا تو ڈر ہے کہ آپ کے سوزِ عشق سے تمام عرفات جل جائیں۔

آپ کے قتل کے بعد حضرت شبلی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ آپ نے بتایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام صدق دے کر بخش دیا، اپنے اکرام سے نوازا۔

آپ سے حضرت شبلی نے پوچھا:

آپ کے قاتلوں سے کیا سلوک کیا گیا؟

پھر سنگباری کرنے والوں کو کیا سزا دی گئی؟

آپ نے فرمایا: وہ معذور تھے، انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ حضرت حسین ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ تختہ دار پر کھڑے تھے، شیطان آیا اور کہنے لگا آپ تو انا الحق کہتے ہیں میں نے تو صرف یہی کہا تھا کہ میں غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرتا مگر آج تک مجھے لعنت کر رہے ہیں، آپ کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر پکارتے ہیں، آپ نے فرمایا: تمہاری انا اپنی ذات کے لیے تھی اور میرا انا الحق کہنا، اللہ کی ذات کا اظہار تھا، تم کہتے وقت خود بیں تھے میں حق بین تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء)

حضرت حسین رات دن میں چار سو رکعت نماز ادا کرتے تھے

عہد رفتہ کی ایک تابندہ روایت

حافظ شیخ محمد قاسم

غلام مصطفی بھائی ،وسیم ،سعید ہمارے قابلِ رشک بھائی ہیں یہ لوگ شاہ جی پر جان چھڑک دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ میں شاہ جی کے پاس حاضر ہوا تو یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ندیم صاحب اور سید طاہر شاہ، شاہ جی کی محفل میں عشق کی آگ تاپ رہے تھے۔ مجھے بڑا مزا آیا جب میں نے دیکھا کہ شاہ جی دلبری، دلداری اور محبوبیت سے تسکین کے انعامات تقسیم کر رہے ہیں۔ میں بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا۔آج شاہ جی نے حسن بھائی کو حکم دے رکھا تھا کہ مہمانوں کی تواضع صرف دال چاول سے کرنی ہے۔کھانا اگرچہ سادا تھا لیکن شاہ جی کی مسکراہٹیں لبھاؤ، رجھاؤ کی سوغاتیں بنی ہوئی تھیں۔غلام مصطفیٰ بھائی نے اچانک سید ضیاء الحق جیلانی کا ذکر شروع کر دیا جو آج کل سیالکوٹ جیل میں مظلوم پنچھیوں کی طرح پھنسے پڑے ہیں۔ ظالم یزیدیوں نے انہیں یکے بعد دیگرے کئی مقدموں میں الجھا رکھا ہے۔شاہ جی فرمانے لگے: جیلانی نیک بخت چالیس سال مدینہ شریف میں رہا ہے،اس کے لیے اصل موت تو وہاں سے نکال دیا جانا ہے، پھر اچانک آپ نے فرمایا اچھا بھئی غم نہ کرو جو کسی کو پیستا ہے وہ خود پس جاتا ہے اور جو کسی کو توڑتا ہے وہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔تم لوگ دیکھو گے یہ ظالم لوگ پراگندہ غبار کی طرح بکھر جائیں گے۔ضیاء صاحب تو غوث پاک کی اولاد ہیں اور سیّدوں کی قسمت ان کے ساتھ ہی ہوتی ہے، پھر شاہ جی نے فرمایا: ضیاء الحق جیلانی کو ان کرگسوں کی صحبت نے نقصان پہنچایا ہے۔انہیں بارہا میں نے سمجھایا تھا کہ یہ لوگ میل ملاپ کے قابل نہیں اور دوسرا یہ کہ ''لین دین'' میں ہمیشہ احتیاط رکھیں اتنا سادا آدمی ہے کہ ''بیس چیک'' وہ بھی خالی دستخط کر کے ان کے حوالے کر دیئے جو پیسے کے پیچھے پھٹے ہوئے پتے کی طرح رہتے ہیں ان کے تو وارے نیارے ہو گئے۔شاہ جی رونے لگ گئے اور اپنی زندگی کے شب و روز سے نہ چاہتے ہوئے بھی ملبہ ہٹانا شروع کر دیا۔

آپ نے فرمایا:

آؤ آپ کو پہلی مرتبہ اپنے جیل جانے کی کہانی سناؤں۔جنرل ضیاء الحق پکا جماعتیا وہابی جرنیل تھا۔اس نے ایک مرتبہ مقابلہ قرأت کے موقع پر تفہیم القرآن کے نسخے تقسیم کر دیئے۔مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے جمعہ کے خطبہ میں ضیاء الحق پر شدید تنقید کر دی۔اس وقت میں ایم پی میں خطیب تھا۔کرنل باجوہ نے برگیڈیئر زاہد کے مشورہ سے مجھے فوراً نوکری سے فارغ کر دیا اور پہلا حکم دیا کہ دس منٹ کے اندر سرکاری گھر خالی کر دو۔غلام مصطفیٰ بھائی پنڈی میں میرا کوئی گھر نہیں تھا۔اللہ نے اسی دن مجھے ایک بھانجا عطا کیا۔ جب سامان ٹرک میں رکھ کر ہم نامعلوم منزل کی طرف نکلے۔بارش لگ گئی اور میرا نومولود بھانجا نمونیا کا شکار ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔غلام مصطفیٰ بھائی پھر میں تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مستقل کام کرنے لگ گیا۔ ضیاء الحق نے سول لائف میں میرا پیچھا نہ چھوڑا اور مجھے اُٹھا کر جیل پھینک دیا۔اُس مرتبہ میں مسلسل پانچ ماہ تک جیل میں رہا۔

شاہ جی فرمانے لگے:

غلام مصطفیٰ بھائی جیل جنگل کی طرح کا جہان ہے وہاں غریبوں اور امیروں کے لیے الگ قوانین ہیں، وہاں شریف قیدیوں کو بھی عزتِ نفس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔بدقماش اور پیشہ ور مجرم یہاں آرام کرنے کے لیے آتے ہیں۔شریف لوگوں کا آدھا خون تو گیٹ پر ہی خشک کر دیا جاتا ہے۔باقی بچا کچھا خون دفتر، دھمکیوں، اندراج، جمع، وصولی اور ہدایات سے خشک کر دیا جاتا ہے۔جیل کے پرانے قیدی بھی عذاب سے کم نہیں ہوتے۔جیل پولیس کے انگ انگ میں انگارے بھرے ہوتے ہیں، پانی باوا آدم کے زمانے کے بنے ہوئے مٹکوں میں پڑا ہوتا ہے۔پینے کے لیے المونیم کا ایک ٹیڑھا میڑھا پیالہ جیسے ہندوؤں کا اشنان کرنے کا پیالہ ہوتا ہے۔جیل کی زندگی مشکل سی زندگی ہوتی ہے۔اصل بات یہ ہے کہ شاہ جی ضیاء الحق شاہ صاحب کے لیے انتہائی دکھی تھے۔آپ کی آنکھیں تھم نہیں رہیں تھیں۔ندیم بھائی اور غلام مصطفیٰ بھائی نے خود ہی عنوان بدل لیا اور عرض کرنے لگے: اس مرتبہ ہماری خواہش ہے کہ ہم سب اکٹھے آپ کی معیت میں مدینہ شریف حاضر ہوں۔شاہ جی نے کہا ایک آدھ آدمی کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہنا بھی تو ضروری ہوتا ہے، پھر آپ خود ہی فرمانے لگے: چلو فکر نہ کرو، غم نہ کھاؤ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جب خود کسی چیز کی حفاظت فرماتا ہے تو اسے کوئی ضائع نہیں کر سکتا اور جب اس کی طرف سے کسی شئی نے محفوظ نہ رہنا ہو انسانی حیلے اور تدبریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

شاہ جی نے عہد رفتہ کا ایک ایک چمکتا ہوا ورق کھولا اور اُسے اپنی پیاری زبان سے پڑھنا شروع کر دیا۔معلوم نہیں شاہ جی کیا کہنا چاہتے تھے۔ایک ساتھی کی عجلت کی وجہ سے موضوع محفل چڑیا بن کر اُڑا اور حالات کی منڈیروں پر جا کر بیٹھ گیا۔اصل میں اسلام آباد کے ایک ساتھی نے دل گرفتگی کے عالم میں عرض کی کہ رات ایک خطیب صاحب نے آپ کے خلاف تقریر کی، وہ غضب اور غیظ کے عالم میں گلے کی رگیں پھاڑ پھاڑ کر بولے جا رہے تھے۔ وہ آپ کی ریش کا مذاق اُڑا رہے تھے۔شاہ جی نے بات کاٹتے ہوئے فقط اتنا کہا کہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

عزیزم! میرے خلاف غیر مقلدین سے لے کر خوارج اور ناصبی ہمیشہ کہتے اور لکھتے رہے لیکن میرا

راستہ صبر جمیل کا راستہ ہے۔ مجھے گالی گلوچ کر کے اگر کسی کے بچوں کا رزق بڑھتا ہے تو میرے لیے یہ چنگا سودا نہیں؟ ان کے بچے بھی میرے بچے ہیں اور پھر آپ نے ساتھی سے کہا چیتھڑے اور رزق افزائی کے لیے صادر ہونے والے فتووں کی پروانہ کیا کریں یہ سب چیزیں دریا کی جھاگ کی طرح ختم ہو جانے والی ہوتی ہیں ''رہے نام بس اللہ کا'' زیادہ توجہ اللہ کے ذکر کی طرف دو۔ درود شریف پڑھو اور کوشش کرو کہ اوقات زندگی کو قرآن میسر رہے۔

تھوڑی دیر کے لیے سب موجود لوگ مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ طبیعتیں ذکر اللہ کی کیفیت سے دھل گئیں۔ شاہ جی کو دیکھا تو آپ کا وجود عمومی طور پر اور ہاتھ خصوصاً شاخ بید کی طرح لرز رہے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹ رہے تھے۔ آپ نے کپکپاتے ہوئے سب کو مخاطب کیا کہ میرے سامنے کسی مخالف کا ذکر نہ کیا کرو خصوصاً سادات ،تم پر لازم ہے کہ سیدوں ،فقیروں اور مولویوں کی عزت کیا کرو اور فطرت کو سلیم بنانے کی کوشش کرو۔ دل، دماغ اور روح کو پراگندہ اور منتشر ہونے سے بچاؤ۔ اچھا انسان بوئے نافہ کی طرح ہوتا ہے۔ لاکھ دباؤ اس نے خوشبو ہی دینی ہوتی ہے اور کوشش کرو قوم سوزی کرنے والوں کی صحبت میں نہ بیٹھا کرو، ان کی عفونت دماغ پھٹا دیتی ہے اور دلوں کو پراگندہ کر دیتی ہے۔ اچھی چیزوں کی زیارت کیا کرو اس لیے کہ یہ سنت اسلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جہاں سے بھی واپس مدینہ لوٹتے پہلا کام رسول انور ﷺ کے چہرۂ نور کی زیارت ہوتا۔ وہ شخص بڑا مفلس ہوتا ہے جس کی زندگی بدیوں کے صحراؤں میں اُلجھی رہے۔ اس کا وجود جنگل کی طرح ہو جس میں الجھے ہوئے افکار خود رو کانٹے دار جھاڑیوں کی طرح ہر گزرنے والے کو پریشان کرتے ہوں۔ مجھے اپنی قوم پر دکھ ہے وہ زندگی کو کسی طرح ضائع کر رہے ہیں۔ گناہوں نے ان کے وجود کو متورم کیا ہوا ہوتا ہے۔ بے بسی، بے کسی اور بے نوائی کی بے حس تصویریں ہیں جو معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ کے علامتی نشان بن چکے ہیں۔

ممکن ہے شاہ جی کچھ اور بھی کہتے لیکن ایک ساتھی نے جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ شاہ جی نے دعا کر کے اسے الوداع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی بندگی میں رکھے، حضور ﷺ کی اطاعت نصیب رہے۔ خیر سے جاؤ اور خیر سے آؤ۔

محفل برخاست ہوئی لیکن مہمانوں کا ایک نیا وفد آ گیا۔ شاہ جی ان کے ساتھ بہت کم وقت لے کر تشریف فرما ہوئے اور صرف یقین کی فضیلت بیان فرمائی اور زندگی کے اندر یقین کی اعجاز نمایاں ارشاد فرمائیں۔

بیس سال پہلے اپنے ایک سفر حج کا ذکر فرمایا اور کہا حرم میں ظہر کی نماز پڑھنے حاضر ہوا۔ اندر جگہ نہ ملی باہر ہی چلچلاتی دھوپ میں نماز کا مزا اپنا پایا۔ تسبیح کر رہا تھا کہ ایک اَسّی نوے سالہ بابا کو دیکھا کہ وہ اپنے جوتے لفافہ میں ڈال رہے تھے اور جیب سے بٹوہ نکالا جس میں دو چار ہزار ریال ہوں گے وہ بھی لفافہ میں ڈال دیئے اور حرم کی دیوار کے ساتھ رکھ کر دعا کی کہ اللہ میں تیرے گھر کی زیارت کے لیے اندر جا رہا ہوں میرے سامان کی حفاظت کرنا۔ بابا جی چلے گئے، اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم نے بابا کے سامان کی حفاظت کرنی ہے تقریباً تین گھنٹے بعد بابا واپس آیا اور سامان سے بٹوہ نکالا اور جیب میں ڈالا، جوتے پہنے اور شاہ جی کہتے ہیں کہ بابا نے مجھے خطاب کیا۔ صوفی صاحب تم ابھی ادھر ہی بیٹھے ہو، دیکھو یقین دولت ہے میں تمہارے سامنے سب کچھ اللہ کے حوالے کر کے طواف کے لیے چلا گیا تھا لگتا ہے، اللہ نے تمہیں میرے سامان کا چوکیدار بنا دیا۔ یقین حصار اور حصن محکم ہے وہ لوگ جو خود کو اس قلعہ میں پناہ دے دیتے ہیں اللہ خود ان کی حفاظت فرماتا ہے۔

یقین کی طاقت پر شاہ جی کی آج کی محفل میں آخری نصیحت یہ تھی:

پانچ لوگ اپنی شخصیت میں کبھی بھی استحکام اور ترقی نہیں لا سکتے۔ آہستہ آہستہ ایسے لوگ اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں:

☆ پہلا وہ شخص جو یقین سے محروم ہوتا ہے اگر دیکھا جائے تو یوسف کا کنویں سے تاج سروری تک کا سفر، ابراہیم کے لیے نار نمرود کا گل وگلزار بن جانا اور یتیم مکہ کا کائنات پر چھا جانا یقین ہی کا فیضان ہے

☆ دوسرا وہ شخص جو دینی اقدار و اعمال کے علاوہ دوسروں کا مقلد اور نقال بنا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں، یہ چلتے آگے کو ہیں مگر دیکھتے پیچھے کی طرف ہیں۔ ہر انسان دوسرے انسان سے قدرے مختلف ہوتا ہے۔ اسے اپنی ترقی اور عروج کا کھوج اپنے اندر ہی لگانا چاہئے اور اللہ کی مدد اور فضل کا متلاشی رہنا چاہیے۔

☆ تیسرا وہ شخص جو ہمیشہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حسد اور کینہ غباروں کے ٹائر ہیں جن کے اوپر گاڑی دوڑائی نہیں جا سکتی۔ لوگوں کو شخصیت میں نکھار لانے کے لیے ہمیشہ دوسروں کو نفع پہنچانے کی سوچ سوچنی چاہیے۔ شعور کا لباس اُتارنا نہیں چاہئے۔ دوسروں کی خدمت کا رویہ آسمان سے بلند مقام انسان کو عطا کر دیتا ہے۔

شاہ جی نے فرمایا:

☆ چوتھا وہ شخص ہے جو اعتدال سے ہٹ کر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ خود کو ہلاکت کی وادی میں جا پھینکتا ہے۔ پرسکون زندگی کا راز اعتدال ہے۔ افراط تفریط شخصیت کو کھا جاتی ہے جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

☆ پانچواں وہ شخص ہے جس کے ہاں جستجو کی انگیٹھی ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔ تازہ آرزوؤں کا ظہور اس کی زندگی میں خمود، سکوت اور جمود لے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلوے ہر آن نئی شان رکھتے ہیں انسان کو بہر حال اپنی شخصیت میں حسن نکھار اور بلندی لانے کے لیے کسی ''رجل عظیم'' کی صحبت تلاش کرنی چاہیے۔ خوشیوں اور مسرتوں کے چہرے اللہ والوں کے قدموں ہی سے پھوٹتے ہیں۔

جمال نعت

محمد سعید احمد بدر قادری المعروف سعید بدر

جمال نعت ، معروف بلند مقام ومرتبہ نعت نگار رفیع الدین ذکی قریشی کا تصنیف کردہ نعتیہ مجموعہ جو جنوری 2009ء میں اشاعت پذیر ہوا اور اس میں 65 نعوت مبارکہ شامل ہیں ۔ ذکی قریشی اس اعتبار سے خوش نصیب ہیں کہ اب تک ان کے 28 کے قریب نعتیہ مجموعے منصہ شہود پر آ کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں اور خود انہوں نے اس کا موضوع ''نعت خیر البشر ﷺ'' قرار دیا ہے۔ مستزاد یہ ہے کہ جمال نعت کو صدارتی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔ آغاز اور ابتدا حمد ربّ متعال سے کی گئی ہے جس کا مطلع پیش خدمت ہے جو کچھ یوں ہے:

نظر کو کامراں کردے، دعاؤں میں اثر دے دے
تمنائے حضوری ﷺ کو خدایا بال و پر دے دے

اس حمد باری کی مستزاد خوبی اور حسن یہ ہے کہ اسی میں شاعر نے ''سیرت خیر البشر ﷺ'' کی روشنی کے حصول کی خواہش کا اظہار بھی کیا ہے۔

عطا کر! سیرت خیر البشر ﷺ کی روشنی مجھ کو
کرے تمیز نیک و بد میں جو ایسی نظر دے دے

ایک اور شعر بھی خوب ہے جس میں اس تمنا اور آرزو کا اظہار کیا گیا ہے جو ہر سچے اور دردمند دل کے حامل مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

جمال نعت دونوں کی حسرت ہے، نہ خواہش قصر وایواں کی
مجھے طیبہ میں اک زیریں میں دو گز کا گھر دیدے

حمد ربی کے فوراً بعد نعت رسول مقبول ﷺ ہے جس کا مطلع دل نواز ہے:

اک قدم بھی پڑ گیا جن پر رسول پاک ﷺ کا
بڑھ گیا رتبہ فلک سے اس خس و خاشاک کا

ایک شعر میں اپنی خوش نصیبی کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

پُر ضیا روضہ جو دیکھا سید لولاک ﷺ کا
جگمگایا ذرہ ذرہ میری مشت خاک کا

مقطع میں بھی ''سید لولاک'' کی حسین وجمیل لفظی لیکن حسین ترکیب کا استعمال بھی نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے:

مٹ گیا ہے خوف دل سے روز محشر کا ذکی!
میرے ہاتھوں میں ہے جو دامن شہِ لولاک ﷺ کا!

اس سے اگلی نعت میں اس حدیث مبارکہ کا حوالہ پیش کیا گیا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے میری قبر (مبارک) کی زیارت کی، مجھ پر اس کی شفاعت واجب ہوگئی لیکن واضح رہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک بھی ہے کہ جس نے کعبۃ اللہ کی زیارت کی اور میری قبر کی زیارت نہ کی اس کی شفاعت مجھ پر واجب نہیں۔

''من زار قبری'' خوب ہے ارشادِ مصطفےٰ ﷺ
یوں ہم کو دیدِ روضۂ اطہر پہ ناز ہے
یا رب! عطا ہو پھر اسے طیبہ کا زادِ راہ
یہ نعت گو حضور ﷺ کا ہے برگ وساز ہے

مقطع بھی بہت خوب اور دلپذیر ہے:

ہر بے نوا و بے کس و مجبور پر ذکی!
اس رحمت تمام کا دروازہ بار ہے

دوسری نعت میں اسوۂ سرکار دولت مدار کو ''صراط مستقیم'' قرار دیا گیا ہے، ہمیں چاہئے کہ ہر قول اور فعل میں اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی سعی وکوشش کریں۔

اسوۂ سرکار ﷺ بے شک ہے صراط مستقیم
ان ﷺ کا اسوہ جس نے اپنایا وہی بخشا گیا

رفیع الدین ذکی قریشی کی یہ خوبی دل پسند ہے کہ وہ اپنے کلام میں سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین ضرور کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ:

میرا ایماں ہے اسے معراج حاصل ہوگئی
جس کو بھی ان ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا

یہی وجہ ہے کہ ذکی صاحب نے اپنے متعدد اشعار میں درود شریف کی ضرورت اور اہمیت پر بہت زور دیا ہے:

میں نے ان ﷺ پر درود جب بھی پڑھا
ہوگئی دور خار غم کی چبھن
جب پڑھا ہے ذکی نے ان ﷺ پہ درود
ہو گئے دور اس کے رنج و محن

ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

جو چاہتے ہو خدا تم پہ مہرباں ہی رہے
سدا نبی ﷺ پہ درود وسلام دل سے پڑھو!

ایک نعت ایسی بھی موجود ہے جس کی ردیف ہی لفظ ''درود'' ہے، مطلع ملاحظہ فرمائیے:

خلوص دل سے جو پڑھتا ہے خاکسار درود
قبول کرتے ہیں اسریٰ کے شہسوار درود

ایک اور شعر میں رنج وغم میں گھرے ہوئے افراد کے لئے مشورہ ہے کہ:

جو بحرِ غم میں گھرے ہیں پڑھیں درود ان ﷺ پر
اتار دے گا انہیں بحرِ غم سے پار درود

مقطع میں عرض پرداز ہیں:

دعائے طیبہ وہی مستجاب ہوتی ہے
ذکی! ہو جس کے گلے میں اثر کا ہار درود

ایک اور نعت کے مطلع میں ''درود'' ہی کا ذکر خیر ہے:

کلام پاک میں فرما رہا ہے ربّ درود
نبی پہ میں بھی فرشتے بھی بھیجتے ہیں درود

مصائب وآلام میں مبتلا لوگوں کے لئے مشورہ ہے کہ:

جو درد وغم کے مارے ہوئے وہ بھی سن لیں
وظیفہ ردِ غم ودرد کا ہے صرف درود

ایک حدیث عالیہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں:

نبی ﷺ پہ جس نے بھی اک بار بھیجا ہے درود پاک
تو ہندسہ دس کا اس کے کام یارو! تین بار آیا

ایک مطلع میں رقم طراز ہیں کہ:

گنہگاروں کے ہونٹوں پر درود پاک جب آیا
ہوا ان کے سروں سے دور درد وغم کا ہر سایہ

ایک اور شعر میں کیا خوب خیال آفرینی کی گئی ہے:

ہوا پُر سکوں میرا قلب ِ پریشاں
جو مکہ سے طیبہ گیا اللہ اللہ !
مدینے سے مری جانب نسیم خوشگوار آئی
مرا جب غنچۂ دل صرصر غم سے ہے مرجھایا

حکیم الامت مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال نے ''ادب'' کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا ہے:

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

ذکی قریشی بھی ''ادب'' پر زور دیتے ہیں:

ادب سے چلو ! راہروانِ مدینہ
یہ ہر گام روضہ ٔ قریب آ رہا ہے

''ادب'' کا ایک اور شعر میں بھی ذکر موجود ہے:

تعلیم مصطفےٰ ہے یہ زیر عمل رہیں
''رحم'' التفات ، صبر ، قناعت ، ادب ، وفا

درود پاک کا ذکر خیر جاری تھا چنانچہ ایک اور شعر میں کہتے ہیں:

جتنا بھی آپ کر سکیں ، اتنا ہی یہ کریں
ورد درود پاک جو ہے باعثِ نجات

پڑھ کر درود پاک اس کی جو کرتا ہوں ابتدا
بھاتی ہے سب کو اس لئے میری ایک نعت

ایک مطلع ہی میں ''ورد درود'' ہی کا ذکر ہے:

ورد زباں سدا رہے یارب ! وہ دن ہو یا ہو رات
میرے نبی ﷺ کا تذکرہ میرے حضور ﷺ ہی کی بات

ایک اور شعر میں حدیث کا ہی حوالہ دے کر عرض پرداز ہیں کہ:

ایمان میں وہ کامل ہے نثار ان ﷺ پہ جو کر دے
ماں باپ بھی اولاد بھی اور سارا ہی گھر بار

''درود وسلام کو ذکی قریشی ''تازہ گلاب کی صورت'' قرار دیا کرتے:

زباں جو پڑھتی ہے نعت سرور دیں ﷺ
مہکتی رہتی ہے تازہ گلاب کی صورت

ایک اور شعر میں پسینۂ رسول مقبول ﷺ کو ''گلاب کا عطر'' کہا گیا ہے:

یہ جس کے گھر میں بھی پہنچا ، اسی کا گھر مہکا
پسینہ ان ﷺ کا تھا عطر گلاب کی صورت

ٹوٹے ہوئے دلوں کا علاج ہے کہ
درود پڑھیے اور خوب پڑھیے
جب ٹوٹ جائے دل تو فقط ان ﷺ کا نام لے
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے ان ﷺ کا نام

دیدیں جواب پاؤں تو اس کا وظیفہ پڑھو
سب باشکستگان کا سہارا ہے ان ﷺ کا نام !
گر زخم دل ہے تو لے نام مصطفےٰ
ہر ایک زخمِ دل کا بھی چارہ ہے ان ﷺ کا نام

پسینۂ مبارک ہی کے بارے ایک اور شعر ہے:

جب ان ﷺ کے پسینے کی مہک پھیلتی ہے ہر سو
دم سادھ لیا کرتا تھا ہر طبلۂ عطار

رسول اکرم واعظم وا کبر ﷺ کی یاد میں اشکبار رہنا اور چشم تر رکھنا ہر عاشقِ رسول ﷺ کا شیوہ سمجھا جاتا ہے:

یا ربّ ! یہ التجا بھی مری مستجاب ہو
روئے جو ہجر طیبہ میں وہ چشمِ تر ملے

ایک نعت کے شعر میں بھی چشم تر کا حوالہ ہے:

رہا خم مدینے میں سر اللہ اللہ
نہ اٹھی وہاں چشم تر اللہ اللہ

''جمال نعت'' میں ذکی قریشی کے اشعار میں زیادہ تر روضۂ انور کا تذکرہ کیا گیا اور اس کے لئے ہر شعر میں نیا انداز اختیار کیا گیا ہے:

روضۂ راحت رساں کو چوم کر آتی جب
راحتیں ہی راحتیں ہے بانٹتی جاتی ہوا

ایک نعت کے مطلع میں رہنے کے لئے گھر کے حصول کی خواہش کی گئی ہے:

یا ربّ ! نواح روضہ میں رہنے کو گھر ملے
اور روضہ دیکھنے کو شعور نظر ملے

چنانچہ ایک نعت کے مقطع میں بھی روضۂ پُر انوار ہی کا ذکر خیر ہے:

کرتے ہیں جو پیاران سے ذکی ! ان کی نظر میں
سرکار ﷺ کا روضہ بھی ہے اک مجلۂ انوار

اپنی ہی نعتوں کے بارے ذکی قریشی کا خیال ہے اور دعا ہے کہ:

ایمان ہے میرا کہ مجھے روضے پہ اک روز
لے جائے گی نعتوں کی مری ناقہ سیار

اس لئے اپنی نعتوں کو وہ ''ناقہ سیار'' کا نام بھی دینے سے گریز نہیں کرتے ، ایک اور شعر میں عرض پرداز ہیں:

اے خدا ! پھر دکھا دے مجھے روضہ ان کا
دیکھتے ہی دل مضطر جسے پاتا ہے قرار

بلکہ نعت ہی کے ایک مطلع میں ''فرقت روضہ'' کا ذکر ہے:

ہے فرقتِ روضہ میں تو رونے کا مزا اور
اے دل ! مجھے دن رات اسی طرح رلا اور

ایک اور شعر میں انداز فکر ونظر دیکھئے:

یارب ! ہو کوئی صورت وہ حسرتیں نکل جائیں
دیدار روضہ کی جو اس دل میں بس رہی ہیں

پھر سے حضور ﷺ والا ، روضے پہ حاضری کو
دل بھی مچل رہا ہے آنکھیں بھی رو رہی ہیں

روضۂ اقدس پہ آنکھوں میں در آنے والے آنسوؤں کے بارے عرض کناں ہیں:

جو ان ﷺ کے روضے پہ آئے تھے اشک پلکوں پر
چمک رہے تھے ذکی ! آفتاب کی صورت

اشکوں کے بارے ایک اور شعر دیکھئے:

فراقِ روضہ میں رونا تو اس طرح رونا ہے
رواں ہوں اشک ترے ، اشک تاب کی صورت

اب موت کے لئے روضہ پر حاضری کی استدعا ہے۔ شعر کا مقطع ہے:

آقا ﷺ ہو سبیل ایسی کہ موت آنے سے پہلے
جی بھر کے ذکی دیکھ لے ! پھر روضے کے انوار

روضۂ اقدس واطہر کے علاوہ ذکی قریشی نے سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ کا ذکر بھی بار بار کیا ہے جو سیرت پاک سے ان کی محبت اور چاہت کا اظہار ہے:

سیرت کی بھی ملتی نہیں تمثیل جہاں میں
صورت بھی کوئی آپ ﷺ کی دیدہ نہ شنیدہ

جو عفو کا پیکر ہے جو ہے خلق کا معیار
وہ باعثِ کن ، منبع وسرچشمۂ انوار

رہے عمر بھر جو بھی گامزن ، شہ انبیاء ﷺ ہی کے اسوہ پر
یہی دیکھا سب نے کہ ان کے ہی دم مرگ چہرے نکھر گئے

سیرت طیبہ ہی کے متعلق ایک اور عمدہ شعر پیش خدمت ہے:

ہو کوئی کتنا ہی عالم ، ہو کوئی کتنا ہی فاضل
احاطہ کر نہیں سکتا کوئی بھی ان ﷺ کی سیرت کا

اسی نے گوہر مقصد سے اپنا بھر لیا دامن
جو شاہِ دیں کی سیرت پر عمل کرتا رہا پیہم

رہ صدق وصفا پر ڈگمگائے جب قدم میرے
رسول رحمت ورافت ﷺ کا اسوہ میرے کام آیا

حدیثِ دلبراں

قیوم زماں علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب

مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ دلیل راہ لاہور

السلام علیکم!

دلیل راہ کی خصوصی اشاعت مخدومہ کائنات نمبر کا اجراء ایک بڑی کاوش ہے۔

سیدہ کائنات کی حیاتِ طیبہ بیٹی، بیوی، ماں، بہن کے لئے ایک کامل نمونہ کی حیثیت ہے۔ آپ کی خدمات و سیرت کا ہر گوشہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ دلیل راہ کا مخدومۂ کائنات نمبر ہر مسلم گھرانے کے لئے از حد ضروری ہے۔

رب کائنات دلیل راہ کی اس خصوصی اشاعت ''مخدومۂ کائنات نمبر'' کو فیض رساں بنائے۔ قوم کی بہو بیٹیوں کو اس سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ الحمدللہ میرے پیرومرشد پیر فقیر اللہ جان سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا، سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ، مہتم اعلیٰ جامعہ مخزن العلوم نور پور شریف سبی بلوچستان اپنے تمام خطبات میں شیخ سعدی کی عقیدت سے اپنے بیان کا آغاز فرماتے ہیں:

الٰہی بحق نبی فاطمہ
کہ برقول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم در کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول

مدیر دلیل راہ قبلہ سید ریاض حسین شاہ کی خدمات دین اسلام خصوصاً اتحاد امت کے لئے کسی سے پوشیدہ نہیں خصوصاً جماعت اہل سنت کو ملکی سطح پر متعارف کرانے اور تنظیم سازی میں گراں قدر خدمات ہیں۔

خصوصی صدائے محراب پروگرام بہت اہمیت کا حامل ہے تادیر جناب کا سایہ اہل سنت پر قائم ودائم رکھے۔

آمین۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ''مخدومۂ کائنات نمبر'' کی اشاعت پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

خیر اندیش
صوفی سلیمان نقشبندی مجددی
ممبر امن کمیٹی ضلع سبی
ممبر نیشنل ایکشن پلان 2018
امیر جماعت اہل سنت ضلع سبی

ایک نعت کے مقطع میں سیرت انور ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے:

رسول خیر ﷺ کی سیرت نے میری رہنمائی کی
میں سیدھی راہ پر چلتے ہوئے جب بھی ذکی! بھٹکا

سیرت طیبہ پر چلنے اور عمل پیرا ہونے کا مشورہ ہے کہ:

تمہارے دل میں اگر آرزوئے محبت ہے
ہمیشہ اسوۂ محبوب کبریا پہ چلو!

نبی ﷺ کے سیرت و کردار سے یہ ثابت ہے
ہو کوئی لاکھ برا اس کو بھی برا نہ کہو

کتنی عمدہ بات ہے اور کس قدر معنی خیز مشورہ ہے کئی امراض اور متعدد خرابیوں کا علاج اس منشورہ میں مضمر اور پوشیدہ ہے:

اسوۂ سرکار بے شک ہے صراط مستقیم
ان ﷺ کا اسوہ جس نے اپنایا وہی بخشا گیا

آخر میں ''استمداد'' کے بارے میں ذکی قریشی لکھتے ہیں کہ:

یہ غلط ہے دے نہیں سکتے وہ کچھ بعد از وصال
ہے اگر یہ سچ تو اس کی دیجئے کوئی دلیل

اور دلیل یہ ہے کہ:

رحمت کونین کا ربّ نے انہیں یہ بخشا لقب
جا بجا قرآن میں اس کی ہے نظر آتی دلیل

ذکی قریشی کے دیگر ایم نعتیہ مجموعوں میں ''خورشید حرا'' سازِ عقیدت، نور و نکہت، حروف نیاز، مہر فاراں، عنوانِ تمنا، ریاض نعت، فیضان، توشہ، جواہر نعت اور ثمرات نعت شامل ہیں اور مضامین کے اعتبار سے ہر مجموعہ دوسرے سے بڑھ کر ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و عقبیٰ میں جزائے خیر دے اور ان کا نام و مقام و مرتبہ بلند تر کرے۔

غرض کہ ذکی قریشی نعتوں کا مجموعہ بعنوان ''جمال نعت'' ہر مسلمان کے لیے مطالعہ کے لیے خوب رہے گا اور صراط مستقیم پر چلنے کے لیے رہنمائی کا موجب ٹھہرے گا۔

آپ بہتری، فضیلت اور واقعیت کی طرف سفر کرتے ہوئے اپنے گھر کے ماحول کو سمجھیں اور پھر گھر سے باہر کا ماحول اور اردگرد کے احوال سے لاعلم نہ ہوں۔ آپ نے یہ دونوں مناظر اور حالات دیکھ کر ہی اپنی اولاد، عیال اور اپنے لئے اہم فیصلے کرنے ہوں گے۔ آپ کائناتِ مادہ سے متعلق معلومات اکھٹی کرنے میں خود کو نہ کھپائیں۔ معین اقدار اور نتیجہ خیز اصولوں کو سامنے رکھیں اور محنت شروع کر دیں۔ دین اور دنیا میں فرق کا سمندر آپ کو ضائع کرے گا۔ اس لئے آپ کوشش کریں کہ دنیا بھی اور دین بھی اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ یہ بڑا فیصلہ آپ کو کام کا انسان بنا دے گا۔ آپ بلاواسطہ فیضِ رسالت کی تربیت میں آجائیں گے۔ آپ اور آپ کے بچے ایک مخلصانہ حقیقت سے ہمکنار ہو کر ایک میٹھی زندگی کا معنیٰ سمجھنے لگ جائیں گے۔ یاد رکھیں کہ آپ اگر محض مادی انسان بن گئے تو تین بیماریاں آپ کو ختم کر دیں گی۔ الوہیت سے انکار، نبوت کی اطاعت سے فرار اور جھوٹ اور کذب پر مبنی مصروفیات کی وجہ سے شکوک اور شبہات کی ظلمتوں میں الجھاؤ آپ کو خراب کر دے گا۔ آپ ایک روحانی فیصلہ فرمائیں کہ آپ کا ایک روحانی مرشد ہو۔ آپ کا یہ تعمیری فیصلہ آپ کو سکون دے گا۔ ایسا مرشد جو مادی، مکار اور لالچی نہ ہو بلکہ خلوص کے ساتھ درگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمہیں وہ جوڑ دے۔

تبصرہ و تذکرہ سے ایک اقتباس

منجانب: بھائی جان میڈیکوز، بیرون لوہاری گیٹ لاہور

حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اترتی ہوئی

علامہ سید ریاض حسین شاہ

کی فکرِ قرآن سے منور اور عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح پرور انقلاب انگیز تصانیف خود پڑھیئے دوسروں کو پڑھایئے

تذکرہ — صحیفۂ نور قرآن کریم کا عام فہم، حکمت افروز، سادہ اور منفرد اسلوب میں ترجمہ

مفاہیم قرآن — قرآن مجید کے مضامین کی رکوعاتی تلخیص

- **تبصرہ** (جلد اوّل و دوم) — سورۂ فاتحہ و بقرہ کی روحانی، علمی اور تحریکی تعبیرات ایک منفرد تفسیری سوغات
- **تبصرہ** (جلد سوم) — سورۂ آل عمران روحانیوں کا یہ راز نامہ حسن صدق کو آشکار کرتا ہے
- **تبصرہ** (جلد چہارم) — روحوں اور دلوں کے لئے چشمۂ حیات
- **تبصرہ** (سورۂ یوسف) — تحریکی، تنظیمی، تاریخی اور دعوتی اظہارات کا بے مثل گنجینہ
- **تبصرہ** (سورۂ یٰسین) — عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی ایک تحریری دستاویز اور رحمت و رنگ کا ایک جلوہ
- **تبصرہ** (سورۂ رحمان و واقعہ) — جمالیاتی ادب اور دعوتی جمال کا سہیل رحمت
- **تبصرہ** (انتیسواں پارہ) — سیرت و اسوۂ کے ہفت رنگ اور تاریخ و دعوت کی احسن تعبیرات
- **تبصرہ** (تیسواں پارہ) — سائنسی، تیکنیکی، فکری اور اخروی زندگی کی توضیحاتی تصویر

☆ فضائل شعبان ☆ کہکشاں چومتی ہے
☆ عقیدۂ ختم نبوت ☆ حسن السمت
☆ اپنے مسلک کا پاسباں ہو جا ☆ بارِ امانت
☆ خواتین دین کا کام کیسے کریں؟
☆ معیارِ عمل ☆ فکرِ شباب
☆ تیرے نام پہ دو جہاں فدا ☆ خطبات

- **اُجالے حدیث کے** — حضور ﷺ کی باتوں کا جھلملاتا نور
- **نقوش صحبت** — حضور ﷺ کی صحبت میں رہنے والوں کا واقعاتی مرقع
- **لوح و قلم تیرے ہیں** — اسلامی انقلاب کے لئے سلگتے جذبوں کا تحریری اظہار
- **حقیقت تقویٰ** — تقویٰ کی کیفیتوں اور تقاضوں پر مشتمل ایک حسین تصنیف
- **صفیر انقلاب** — خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے افراد ملت کے لئے دعوت عمل
- **آتشِ حروف** — مسلمانوں کے عروج کے لئے تڑپتے دلوں کی صدا
- **سوچوں کی بارات** — ذہنوں میں رینگتے خیالات کو چشمۂ رحمت سے فیض یاب کرنے کی ایک تڑپ
- **پُروقار محبت عزت نواز عشق** — حُبِ رسول ﷺ کی جاں نواز کیفیات کی ایمان افروز تفصیل
- **صبح زندگی** — اخلاقی اور روحانی زوال کی مہیب تاریکیوں میں ملت اسلامیہ کے لئے حیات جاوداں کا پیغام
- **سنابل نور** — مرشد الکریم حضرت لالہ جی محمد جمشید قدس سرہٗ العزیز کی محافل نور کی حکایات مہر و محبت
- **میلاد النبی بیان و برکت** — علامہ ابن جوزی محدث کی مشہور کتاب ''بیان المیلاد النبوی'' کا سلیس اردو ترجمہ

- **معجم اصطلاحات** — علمی اور فنی اصطلاحات کا نادر مجموعہ
- **سراغ زندگی** — فلسفۂ عبادت پر ایک منفرد تحریر
- **شعور سے شہود تک** — اس سفر کی رہنمائی کے لئے دعوتِ عمل
- **کوثرِ رحمت** — زندگی کے حسن کو نکھارنے والا عجالۂ نافعہ

Path to Eternity

Philosophy of Taqwah

Dignified love that glorifies

Punishment for blasphemy

- **یادیں اور باتیں** — شاہ جی کی ہنستی مسکراتی زندگی پر حافظ محمد قاسم کی تحریری سوغات
- **جواب اس کا یہ ہے** — شاہ جی کے اخباری انٹرویو کا مجموعہ
- **جمالِ تقریبات** — شاہ جی کے تقریباتی اظہارات، محسوس حاضریوں کے دلآویز انشائیے
- **جمالِ مراسلات** — شاہ جی کے تنظیمی، تحریکی اور دعوتی خطوط
- **جمالِ گفتگو** — چھوٹی محافل میں بڑی باتوں کی تصویر کشی، ڈاکٹر منظور کی ایک کوشش

منجانب: ایک بندہ خدا

کتب حاصل کرنے کے لئے رابطہ

ادارہ تعلیمات اسلامیہ، خیابان سرسید سیکٹر ۳، راولپنڈی۔ فون: 051-4831112
اتفاق اسلامک سنٹر ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 0322-4301986
ادارہ تعلیمات اسلامیہ، ڈبلیو بلاک، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد۔ فون: 0333-6508117

Website: www.daleelerah.com
E-mail: aims58@gmail.com